الصلوۃ والسلام علیک یاسیدی یارسول اللہ
وعلی الک واصحابک یاسیدی یاحبیب اللہ

حدیث قسطنطنیہ
(تحقیقی تجزیہ)

خطبات حضرت مفکرِ اسلام

(سلسلہ نمبر 38)

مفکر اسلام ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر جیلانی دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ جیلانیہ سندھوں سیداں شریف وجنڈ گجر شریف گجرخان
سربراہ انٹرنیشنل مسلم موومنٹ، مرکزی جماعت اہلسنت۔ یو کے

it14

زیر سرپرستی: پیر سید صابر حسین شاہ گیلانی مدظلہ العالی

زیر قیادت: پیر سید علی امام گیلانی سجادہ نشین حضرت مفکر اسلام

نام کتاب: حدیث قسطنطنیہ (تحقیقی تجزیہ)

مرتب: قاری عزیز حیدر قادری۔ایم ایس۔اصول الدین (تفسیر وعلوم القرآن)

بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

تعداد : ایک ہزار

اشاعت: ربیع الاول ۱۴۴۲ھ، نومبر 2020ء

ہدیہ:

پروف ریڈنگ: میڈیا ٹیم: اسلامک موومنٹ ریسرچ سینٹر IMRC

علامہ سید عظمت گیلانی، علامہ سید شبیر حسین گیلانی،

ڈاکٹر وحید ارشد قادری، ڈاکٹر محمد آصف قادری

قادریہ جیلانیہ پبلی کیشنز

دارالعلوم قادریہ جیلانیہ ٹینچ بھاٹہ، راولپنڈی

(92)331-5112339

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
☆......تقریظ	5
☆......حدیث قسطنطنیہ۔ اصول حدیث کی روشنی میں	7
☆......منافق کی پہچان	9
☆......حدیث قسطنطنیہ؟	11
☆......صیغہ تمریض	13
☆......حدیث نمبر 1: باب ما قیل فی قتال الروم	16
☆......سارے راوی شامی ہیں	17
☆......متن پر گفتگو	18
☆......سلسلہ روایت کی اہمیت	24
☆......زیادت کی تعریف	27
☆......حدیث نمبر 2۔ باب رکوب البحر	28
☆......کسی بھی روایت میں لفظ ''قسطنطنیہ'' نہیں ہے	32
☆......''مدینہ قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ نہیں ہے	33
☆......حدیث شاذ کی تعریف	33
☆......مجہول الحال راوی	34
☆......حدیث نمبر 3 کتاب الجہاد	35
☆......عمیر بن الاسود عنسی	32
☆......امام بخاری کا متفرد ہونا	38
☆......امام مسلم کی روایت	40
☆......امام عبدالرزاق کی روایت	40
☆......ابن کثیر کا حوالہ	41
☆......امام بخاری و مسلم کیوں معتبر ہیں؟	42

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
44	☆......مقدمہ ابن الصلاح	
45	☆......منطق کا ایک قاعدہ	
47	☆......یزید کا اس جنگ میں شریک ہونا ثابت نہیں	
50	☆......کتب تاریخ کا حوالہ	
52	☆......سرزمین مدینہ کے تقدس کی پامالی	
54	☆......فضائل مدینۃ النبی	
56	☆......واقعہ حرہ	
59	☆......کیا امام حسین کے قاتل بھی شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں؟	
61	☆......الاستحلال المعصیة کفر	
62	☆......کفر یزید	
64	☆......اذیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام ہے	
65	☆......صحابہ کرام کو اذیت دینا رسول اللہ کو اذیت دینا ہے	
69	☆......کفر یزید کا ثبوت	
71	☆......شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار یزید پلید	
76	☆......بنو اُمیہ کا کفران نعمت	
78	☆......یزید کے کفریہ اشعار	
80	☆......یزید کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا اقدام کرنا کیا حکم رکھتا ہے	
83	☆......علم عقیدہ کی کتاب "تکمیل الایمان"	
86	☆......کفران نعمت	
88	☆......مراسیل امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	
94	☆......اُمت کی تباہی قریشیوں کے بے وقوف لڑکوں کے ہاتھوں	

☆☆☆☆☆

تقریظ

علامہ پیر سید عظمت شاہ گیلانی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وبارک وسلم

حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے محترم علامہ عزیز حیدر قادری صاحب نے مفکر اسلام جامع المعقول والمنقول وارث علوم مرتضیٰ حضرت ڈاکٹر پیر سید عبد القادر جیلانی مدظلہ العالی کے خطبات دربارہ یزید پلید کو تحریری صورت میں لانے کا عزم کیا اور بیان کو احسن طریقے سے منظر عام پر لانے کی سعی فرمائی۔

عام طور پر یزید پلید کے حمایتی اس کے دفاع کے لیے بخاری شریف کی ایک مشہور حدیث کو پیش کر کے اس سے اپنے باطل موقف پر استدلال کرتے ہیں حضرت مفکر اسلام مدظلہ العالی نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں اس باطل استدلال کا ردبلیغ فرمایا۔ اگرچہ قبل ازیں متعدد اہل علم اس مغالطے کا رد کرتے رہے تاہم حضرت قبلہ مفکر اسلام نے نہایت اچھوتے اور عام فہم انداز میں اس روایت کا تحقیقی جائزہ لیا اور حامیان یزید کے مؤقف کا ردبلیغ فرمایا۔

دور حاضر میں یہ فتنہ مزید زور پکڑ رہا ہے اب تو بعض نام نہاد اہل سنت مفتیان وخطباء بھی یزید کو قتل امام عالی مقام علیہ السلام سے بری الذمہ قرار دینے کے لیے بیانات دینے لگے ہیں

جو یقیناً ایک گھناؤنی سازش ہے۔ یزید پلید کا قتل امام پر خوش ہونا، قاتلین کو سزا نہ دینا اور ابن زیاد کو گورنری کے عہدہ سے معزول نہ کرنا یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا۔ مگر آج کے بعض ناصبیت زدہ سنی علماء بھی یہ کہتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسے شواہد نہیں مل سکے کہ یزید نے براہ راست امام عالی مقام کو شہید کرنے کا کوئی آرڈر کیا ہو۔ دوسری طرف حالت یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ جیسے سخت گیر مصنف نے یہ کھلم کھلا اقرار کیا کہ یزید کے دور حکومت میں یہ تین سیاہ کارنامے ہوئے تین سال کی حکومت میں پہلے سال سانحہ کربلاء پیش آیا جس میں خاندان نبوت کے افراد کو ہمراہ جانثاروں کے ایک دشت بے آب وگیاہ میں ظلماً شہید کر دیا گیا۔ دوسرے سال مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے ہزار ہا افراد کی جانیں لی گئیں اور خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ اور تیسرے سال مکہ معظمہ پر حملہ کر کے بیت اللہ کی توہین کی گئی اور یہ سب کام یزید کی رضامندی اور حکم سے ہوئے۔

محترم عزیز حیدر قادری مبارک باد اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں جنھوں نے یہ بروقت اقدام کیا اور حضرت مفکر اسلام کی اس تحقیق کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اللہ تعالی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے۔ آمین۔

سیّد عظمت حسین شاہ گیلانی

3 اکتوبر 2020ء راولپنڈی

خطاب نمبر ۱:

حدیث قسطنطنیہ

اُصولِ حدیث کی روشنی میں

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

{أَلَم تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعمَةَ اللّٰهِ كُفرًا وَأَحَلُّوا قَومَهُم دَارَ البَوَارِ} (ابراہیم:۲۸)

ترجمہ: (کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا)۔

آج کل حالات ایسے پیش آ گئے ہیں کہ یزید جیسے مردود کو بعض لوگ (معاذ اللہ) جنتی کہہ رہے ہیں کبھی اس کو خلیفہ کہنے لگے ہیں، کبھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پاک کو باغی کہہ رہے ہیں اور کبھی یزید کو معاذ اللہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے
موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

حق و باطل کی آویزش اور اندھیرے اور نورانیت کا ٹکراؤ آج کوئی نیا کام نہیں ہے یہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ اور یزید کے دور کے خارجی اگرچہ اس وقت تھے مگر عقیدے کے لحاظ سے ویسے لوگ اب بھی پیدا ہو رہے ہیں گویا ویسا ہی دور دوبارہ ظہور پذیر ہو رہا ہے:

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

پہلے پہل یزید کا نام گالی کیلئے ضرب المثل تھا لوگ گالی دیتے وقت کہا کرتے تھے: او یزید تم نے یہ کام کیوں کیا ہے۔لیکن آج کچھ لوگوں نے یزید کو معاذ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہنا شروع کر دیا ہے۔ کسی زمانے میں یہ بحث بڑی گرما گرم رہی ہے کہ یزید معاذ اللہ جنتی ہے لیکن ہر دور کے علماء کرام نے کہا کہ اگر یزید جنتی ہے تو پھر ابوجہل کو بھی جنتی کہہ ڈالو۔

حضرت ابوالحقائق علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے ان کی تقریر کے دوران ایک رقعہ دیا کہ یزید معاذ اللہ جنتی ہے۔علامہ ہزاروی صاحب فرمانے لگے کہ ابوجہل نے جتنے وار کئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر کئے ہیں رسول اللہ علیہ الصلاۃ وسلام کے قلب اطہر پر نہیں کئے لیکن یزید نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر وار کئے ہیں۔ اگر ابوجہل ایک بار جہنمی ہو سکتا ہے تو یزید پلید ہزار بار جہنمی ہے۔ علامہ ہزاروی صاحب سے کہا گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یزید کے متعلق خاموش رہے۔ آپ فرمانے لگے کہ اُن کی خاموشی کی وجہ تمہاری اطلاع میں نہیں ہے۔قصہ اصل میں یہ ہے کہ ایمان کی بھی ایک حد ہے اور کفر کی بھی ایک حد ہے، یزید ملعون ایمان اور کفر دونوں کی سرحدیں پار کر گیا تھا۔اس لیے امام صاحب کہتے ہیں کہوں تو کیا کہوں؟ خاموشی کی یہ وجہ ہے۔

یزید کے جنتی ہونے کے فیصلہ کیلئے آپ مسلمان ایک کونسل ہیں، آپ کو فیصلہ کرنا ہے۔

جب ایک مدعی دعوی دائر کرتا ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ:

''البینۃ علی المدعی و الیمین علی من أنکر ''۔

گواہی پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور (منکر) مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی)۔

میں سیدنا امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا وکیل ہوں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء

علیہا السلام کا خون میرے جسم میں ہے اس لئے ان کی وکالت کرنا ان کا دفاع کرنا میرا فرض ہے۔ امام جنت مقام علیہ السلام کا نانا سچا، حسین علیہ السلام کا خاندان سچا، حسین علیہ السلام کے جانور سچے، ان کے گرد و پیش سچے، ان کے نوکر و خادم سچے۔ اور اُن کی مخالفت کرنے والا دنیا میں بھی جھوٹا قیامت میں بھی جھوٹا، کسے باشد وہ دنیا اور آخرت میں جھوٹوں کی جماعت میں ہوگا۔ مخالفت تو دنیا کا بڑے سے بڑا بھی کر سکتا ہے چھوٹے سے چھوٹا بھی مخالفت کر سکتا ہے۔ جتنے جھوٹے سہارے ہیں یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مخالفت میں کام نہیں آئیں گے۔ جس نبی علیہ السلام کے نعلین پاک کی بے ادبی کی جائے تو بندہ کافر ہو جاتا ہے اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر بیٹھنے والے کی بے ادبی کر کے اگر بندہ سو بار بھی کلمہ پڑھے اس کے کلمہ پڑھنے کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

مدینے کے منافقین ہزار بار کلمہ پڑھتے تھے سارے نمازی تھے انہوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اذانیں، اقامتیں کہتے تھے جب یہ سارے کام کرتے تھے تو پھر منافق کس طرح تھے؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ امام ترمذی اسے ترمذی شریف میں نقل کرتے ہیں: "إنا کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الأنصار ببغضهم علی ابن أبی طالب"۔ (ہم انصار، منافقین کو بغض علی کی وجہ سے پہچانتے تھے)۔ (ترمذی، محمد بن عیسی م ۲۷۹ھ، جامع ترمذی مناقب علی ابن ابی طالب)۔

ہم داڑھی رکھی ہوئی دیکھتے ہیں، سر ٹنڈ کئے ہوئے دیکھتے ہیں، لوٹے کی ٹھکار دیکھتے ہیں، اذانیں، اقامتیں کہتے ہوئے دیکھتے ہیں پہلی صفوں میں کھڑے ہوتے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ یہ تو بڑے پکے مومن ہیں لیکن جب نعرہ علی علیہ السلام لگائیں تو ان کی طبیعتوں میں ملال آنے لگ جاتا ہے۔ اس سے ہم سمجھ جاتے ہیں کہ ساری بات مکمل ہے لیکن بغض علی علیہ السلام جو موجود

ہے اس کی موجودگی میں کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ منافق کی حیثیت کافر سے بڑی ہے۔ منافق کافر کے مقابلہ میں پرلے درجے کا بے ایمان ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے: {إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ}
(النساء: ۱۴۵) (منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے)۔

پوری دنیا کا یہ قانون ہے جرم کی سنگینی کے ساتھ سزا کی سختی کا واسطہ ہوتا ہے۔ یعنی جوں جوں جرم بڑھتا جاتا ہے توں توں سزا بڑھتی جاتی ہے۔ خدا اور اس کے رسول کا انکار کرے تو کافر ہے سب کا اقرار کرے لیکن علی علیہ السلام کا منکر ہو تو منافق ہے۔ معلوم ہوا جرم کی سنگینی کی وجہ سے سزا بڑھ گئی ہے۔

تو صحابہ کی زبان سے معلوم ہوا کہ یہ منافقین کی بڑی پرانی اور مانی ہوئی نشانی ہے۔ مسجد مسجد ہی کیوں نہ ہو اس کے مینار اونچے ہی کیوں نہ ہوں مگر دیکھنے والی چیز ایمان ہے۔ مسجد نبوی کے مقابلے میں مدینہ طیبہ میں بھی ایک مسجد تھی۔ وہ مسجد ہی تھی لیکن اللہ نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا اے محبوب اس مسجد میں تم قدم بھی نہیں رکھ سکتے کیونکہ اس میں تیرا اور تیری اہل بیت کا بغض بستا ہے۔ معلوم ہوا وہ مسجدیں مسجدیں نہیں ہیں جن میں تیرا اور تیرے اہل بیت کا بغض موجود ہے وہ مدرسے، مدرسے نہیں ہیں وہ خانقاہیں، خانقاہیں نہیں ہیں جس میں بغض علی بستا ہو۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ مسجد ضرار میں تو بغض مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ بغض مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد کیا تھی؟۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب نبی بھی مانتے تھے پھر کیا بغض تھا؟ کہا علی علیہ السلام کو دل سے تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم نہ کرنا قرار پایا۔

جب کوئی دعوی دائر کرے تو اب قاعدہ کیا ہے؟

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً فی حدیث: البینة علی المدعی و الیمین

علی من أنکر (مشکاۃ المصابیح، باب الأقضیۃ والشہادات ص ۳۲۶)۔

جو دعویٰ دائر کرتا ہے اس سے کہتے ہیں ثبوت لاؤ۔ تمہارا دعویٰ تو یہ ہو گیا کہ یزید جنتی ہے اور اس وقت آپ کی عدالت میں کیس پیش ہے۔ آپ اگر کوئی عدالت نہیں لگاتے تو Vigilance of People (لوگوں کی گرم نگاہی) بھی قانون کا ایک ادارہ ہے۔ اصول قانون میں یہ بات موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ وإن لم یستطع فبقلبہ وھذا أضعف الإیمان''۔ (جو شخص تم سے کسی برائی کو دیکھے اپنی قوت بازو سے اسے روکے اگر قوت بازو سے روکنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو زبان سے برا کہے اگر زبان سے برا نہیں کہہ سکتا تو کم از کم دل سے برا سمجھے)۔ (مسلم شریف کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان)۔

تو یہ جو ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے یہ Active Power (قوت عملی) ہے اور Competent (اہل) ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کا مطلب آپ اہل ہیں کیس کی سماعت کر سکتے ہیں۔ اگر آپ میں روکنے کی قوت نہیں ہے تو کم از کم آپ اس کو دل سے برا سمجھیں، یہ بھی ایک فیصلہ ہے۔ اگر زبان سے برا کہتے ہیں یہ بھی ایک فیصلہ ہے۔

اب کیس یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یزید جنتی ہے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ ثبوت لاؤ؟ ہمیں اس سے انکار ہے تم جھوٹ کہتے ہو۔ مدعی کہتا ہے میں ثبوت لاتا ہوں۔ بخاری شریف میں اس کا ثبوت ہے۔ (حدیث نمبر ۱۔ کتاب کا صفحہ نمبر 14)

بخاری شریف قرآن کے بعد پہلا Source of Law (ماخذ قانون) مانا جاتا ہے۔ لیکن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ بخاری میں جو چیز آ گئی ہے بس آخری ہے۔ یاد رکھیں! یہ قرآن نہیں ہے بخاری ہے۔ اس کو ہم اصول حدیث کی کسوٹی پر پرکھیں گے اگر اس پر وہ پوری نکلے گی تو

پھر وہ Admissible (قابل احتجاج) اور فائدہ مند ہے۔ آپ اس سے دلیل پکڑ سکتے ہیں لیکن اگر وہ اصول حدیث کے معیار (Criterion) پر پوری نہ اُترے تو پھر بخاری میں ہو کر بھی کسی کام کی چیز نہیں ہو سکتی۔

سب سے پہلے بخاری شریف کی وہ روایت پیش کرتا ہوں جسے یزید کے جنتی ہونے کی دلیل کے طور پر لایا جاتا ہے اور جسے "**حدیث قسطنطنیہ**" بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد پھر دوسری روایات بھی پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد قانون کے ترازو پر چڑھا کر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ خود فیصلہ کریں گے کہ کھری بات کی طرح سمجھ آنے والی بات ہے اور جس طرح دو جمع دو حاصل چار ہوتے ہیں سوا چار نہیں ہو سکتے اسی طرح دوٹوک بات ہے۔

بخاری شریف کی روایت کو "حدیث قسطنطنیہ" کیوں کہتے ہو؟

یزید سے تمہاری بے محابا ہمدردیاں کسی اندر کی خرابی کی غماز ہیں اگر تمہارے دل میں پلیدی نہ ہوتی تو دشمن اہلبیت کو تم استحسان کی نگاہوں سے نہ دیکھتے۔ اگر کوئی آدمی کسی کی جان و مال کو لوٹ کے لے گیا ہو اور اس نے آبرو بھی لوٹ لی ہو پھر اس کا نام بھی کوئی نہیں سن سکتا۔ اگر آبروئے رسول تمہارے نزدیک آبروئے رسول ہوتی تو ایسے بے ایمان (یزید) کا نام ہی نہ سن سکتے۔ تم نے جو اس کو آزمانا شروع کر دیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی محبت نہیں ان سے کوئی تعلق نہیں۔

بخاری شریف جلد اول ص 409 پر یہ عبارت ہے جس کو "حدیث قسطنطنیہ" کہتے ہیں۔ آپ پڑھ کر بتلائیں کہ کیا اس حدیث میں لفظ "قسطنطنیہ" آیا ہے؟ نہ یزید کا لفظ آیا ہے نہ قسطنطنیہ کا لفظ آیا ہے۔ قسطنطنیہ کی Stamp (مہر) لے کے یزید کے ماتھے پر تم نے جڑ دی ہے۔ اور اس کو جنتی بنانے کا سرٹیفیکیٹ اسی طرح جاری کیا ہے جس طرح کسی زمانے میں عیسائیوں کے پاپائی نظام میں راہب (pope) کو یہ اختیار تھا جس کو چاہیں جنتی بنا دیں۔ لگتا ہے

مولانا لوگوں کو بھی یہ اختیارات میسر آ گئے۔

صیغہ تمریض

"باب ما قیل فی قتال الروم" روم کی جنگ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے'۔ یہ بخاری شریف کے ایک باب (Chapter) کا ٹائٹل ہے۔ لفظ 'قیل' (کہا گیا) کو محدثین کی زبان میں 'صیغہ تمریض' (کمزور) کہتے ہیں۔ جب آپ قانون پڑھیں گے تو آپ کو قانون کی اصطلاحات یاد رکھنا پڑیں گی۔ ہر Language (زبان) کی Terminologies (اصطلاحات) الگ ہوتی ہیں جیسا کہ آپ اپنے بچے کو ہسپتال کے کام میں لے جانا چاہتے ہیں تو میڈیکل سے پہلے اس کو Pre Medical پڑھاتے ہیں۔ اگر انجینیرنگ کے شعبے میں بھیجنا چاہتے ہیں تو پہلے Pre Engineering پڑھاتے ہیں۔ اس کی وہ اصطلاحات جو کسی شعبے میں جانے کیلئے ضروری ہوتی ہیں وہ پہلے جاننا پڑتی ہیں۔ صرف انگریزی جاننے سے یہ معاملہ نہیں چل سکتا وہ خاص Subject پڑھنا پڑتے ہیں۔

اسی طرح حدیث صرف عربی جاننے سے نہیں آئے گی حدیث کا علم آپ کو الگ پڑھنا پڑھے گا، اس علم میں حدیث کے بیان کرنے کے طریقے اور الفاظ کو سمجھنا پڑتا ہے۔

اس جگہ باب شروع کرتے ہوئے لکھا ہے: باب ما قیل (اس کا باب جو کہا گیا ہے)۔ اب سوال یہ ہے کہ جس نے کہا ہے اس کا کیوں ذکر نہیں؟

علم حدیث کی اصطلاح ہے: ''ما روی بقیل أو بقالوا دلیل علی ضعف ما قالوا''۔ جس وقت کوئی بات قیل یا قالوا سے بیان کی جائے تو کہنے والے کا مقصد ہوتا ہے کہ بات کچی ہے، اگر بات پکی ہوتی تو پھر کہنے والے کا نام لیا جاتا۔

تو جب 'قیل' کے لفظ سے تعبیر کیا جائے تو وہ کمزور بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ اصل حقیقت کو وہ چھپانا چاہتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ کے دوست نے ایک بندہ مار دیا ہے آپ کبھی نہیں کہیں گے میرے دوست زید نے بندہ مار دیا ہے۔ آپ اس کے دشمن نہیں ہیں اس کا نام اس لئے نہیں لیں گے کہ اس کو پکڑ لیا جائے گا۔ کہا ایک بندہ مارا گیا۔ "مارا گیا" یہ فعل مجہول ہے۔ مارنے والے کا نام کیوں نہیں لیا؟۔ دراصل آپ کو اس سے ہمدردی ہے بات کچی ہے بندہ تو مارا گیا ہے لیکن قاتل نہیں پکڑا جا رہا ہے، قاتل کے نہ پکڑے جانے کی وجہ سے بات کچی ہے۔

یہاں انہوں نے کہا: ماقیل (جو کہا گیا ہے)۔

امام بخاری نے باب باندھتے وقت یہ بات واضح کر دی کہ میرے نزدیک یہ بات پکی ہوتی تو میں کہتا فلاں نے یہ کہا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں: ماقیل "جو کہا گیا ہے"۔

لہٰذا بات کچی ہے، اس لئے قیل کہا ہے بات پکی ہوتی تو "قال" کہتے۔

اب دیکھتے ہیں بات کیا کہی ہے؟۔ پہلا راوی جس کی امام بخاری کے ساتھ ملاقات ہوئی اس کا ذکر کرتا ہوں۔ بخاری شریف دو جلدوں کی کتاب ہے اس کتاب کے تقریباً 1200 صفحات ہیں۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں اس سلسلہ روایت کی امام بخاری کے پاس کوئی دوسری روایت نہیں ہے اور اس روایت کے ساری راوی شامی ہیں، یہ Interest Evidence جانبدار گواہی ہے۔ اس سلسلہ اسناد کی کوئی دوسری حدیث کسی دوسرے شامی سے بھی نہیں مل سکی۔

اب اس پر میں علم حدیث کا ضابطہ پیش کرتا ہوں جو یہ کہے گا کہ جس حدیث کو یزید کی فضیلت کیلئے دلیل بناتے ہیں اگر اس کے سارے راوی شامی ہوں تو ایک بھی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔

علم حدیث کا جو پہلا ڈاکٹر ہے ان کا نام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ دوسرے ڈاکٹر کا نام امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ بندہ وہ اتنا سچا ہے کہ ڈروں کے نیچے جان دے دی لیکن لکیر سے پیچھے نہ ہٹا۔ اگر آئمہ کرام میں سے کسی نے سنتِ حسین علیہ السلام پر عمل کیا ہے تو امام احمد

بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔امام احمد بن حنبل پہلے آدمی ہیں جنہوں نے یزید کا نام لے کے لعنت بھیجی ہے۔اور ان کے پیرکاروں میں بڑا نامی آدمی ابن جوزی ہے۔ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے: **''الرد المتعصب العنید المانع من ذم یزید''** جس میں انہوں نے یزید کو کافر بھی کہا ہے اور لعنت بھی بھیجی۔ کہا اس پر بھی لعنت بھیجتا ہوں جو اس کو لعنت بھیجنے سے روکتا ہے۔

امام نسائی (م ۳۰۳ھ) بھی امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں۔امام مسلم (م ۲۶۱ھ)، امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) آگے جو اُن کے شاگرد ہیں وہ بھی امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ یہ سارے حنبلی کیوں نہیں ہیں؟

وجہ یہ ہوئی تھی جب گورنمنٹ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (م ۱۵۰ھ) کو قلمدانِ قضاء پیش کرنا چاہا تو امام صاحب نے کہا کہ اس سے خون رسول کی بوآتی ہے، میں یہ قلمدان قضاء قبول نہیں کرسکتا۔ میں وہ آدمی ہوں جس کا باپ حضرت مولا مرتضیٰ شیر خدا کے وضو کا لوٹا بھرا کرتا تھا، میرے باپ کے کندھے پر حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی تھی: (اے اللہ اسکی اولاد میں برکت دے)۔''جا تیرا بھی بیڑا پار تیری اولاد کا بھی بیڑا پار''۔ میں خاندان نبوت سے دھوکا نہیں کرسکتا قانون قضاء کی پوسٹ کو میں ٹھوکر مارتا ہوں:

پشت پازد تخت کیکاؤس را
سر بدہ از کف بدہ ناموس را

قاضی القضاۃ (Chief Justice) کی پوسٹ ٹھوکر مار کر پرے کر دی، انجام کیا ہوا؟ جتنے بھی عباسی پہلے حنفی تھے۔امام صاحب کے فیصلے کی وجہ سے سارے حنفیت چھوڑ کر شافعی ہو گئے۔ کئی لوگ اپنی کتابوں کو مقبول بنانے کیلئے گورنمنٹ کے ساتھ ہو گئے۔

جیسا آج کل کے مولویوں کو دیکھو کہ جو مولانا آتا ہے وہ ڈکٹیٹر شپ کے نیچے لگ جاتا

ہے۔صرف قاضی صاحب، جج صاحب کہلانے کیلئے وہی کام کرتا ہے۔یہ ججیاں قیامت کے میدان میں لعنت کے طوق ہوں گے کہ جمہوریت کے ڈھنڈورے پیٹتے ہو اور ظالموں کے ہاتھوں میں Move کرتے ہو۔جن کو روکنے کی تمہاری ڈیوٹی تھی تم ان کے آلہ کار بنے ہو اور پچھلے لکھتے پھرتے ہیں چیف جسٹس صاحب۔قیامت کا میدان آئے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں گے جن کو روکنے کی تیری ڈیوٹی تھی روکنے کے بجائے تو ان کا ملازم ہو گیا تھا۔

عباسیوں کے شافعی ہونے کی وجہ بھی یہی تھی۔''مصنف عبدالرزاق'' کی کئی احادیث بخاری شریف میں موجود ہیں، امام بخاری کے استاد ہو کر کے ان کی کتابیں نہیں لگائیں۔اس کی کیا وجہ ہے کہ جن سے امام بخاری حدیثیں لیتے ہیں وہ کمزور ہیں! اور یہ معتبر ہیں؟۔''مسند احمد بن حنبل'' کی کتنی حدیثیں ''بخاری'' کے اندر ہیں وہ کیوں معتبر نہیں ہیں؟ اور یہ معتبر ہیں؟ اسی طرح ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کی کتنی احادیث ہیں وہ معتبر نہیں ہیں! یہ معتبر ہیں!۔امام بخاری بخارا میں پیدا ہوئے ہیں اور تکمیل علم امام احمد بن حنبل سے کی ہے۔

اب آیئے اس روایت کی طرف جو اس طرح ہے:

حدیث نمبر 1

باب ما قیل فی قتال الروم (روم کی جنگ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے)

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الأَسْوَدِ العَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ - أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ، وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ - قَالَ: عُمَيْرٌ، فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ البَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا"، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ: "أَنْتِ

فِيهِمْ"، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ"، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "لاَ"۔ (بخاری شریف کتاب الجهاد والسیر باب ماقیل فی قتال الروم حدیث ۲۹۲۴ ج ۱ ص ۴۰۹۔۴۱۰، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)۔

ترجمہ: (ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) اُم حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے واجب کر لی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہوگی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں)۔

سلسلہ روایت میں سارے راوی شامی ہیں

امام بخاری کے پاس اس روایت کے ساتھ اس سلسلہ اسناد کی کوئی دوسری حدیث پوری بخاری شریف میں سوائے اس حدیث کے کوئی نہیں ہے۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ: مجھ سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا،
اسحاق بن یزید دمشقی شام کا رہنے والا ہے۔

وہ کہتے ہیں مجھ سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا۔ یہ شامی ہے۔

وہ کہتے ہیں مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا۔ یہ بھی شامی ہے۔

وہ کہتے ہیں " مجھ سے خالد بن معدان نے بیان کیا'۔ یہ بھی شامی ہے۔

وہ کہتے ہیں ' مجھ سے عمیر بن الاسود عنسی نے بیان کیا ہے "، یہ بھی شامی ہے۔ اور اس نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا ہے مگر اس نے اُس وقت کلمہ نہیں پڑھا، اس لیے یہ تابعی مخضرم ہے۔

یعنی سارے کے سارے راوی شام کے رہنے والے ہیں ان میں سے ایک راوی بھی کسی دوسری جگہ کا نہیں ہے۔ جنھوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ یزید کے دسترخوان سے روٹی کھائی ہے، وہی سارے کے سارے راوی ہیں۔ میں اصول حدیث کی کتابیں نکال کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ شام کا رہنے والا اگر مدینے والوں کی روایت کے خلاف روایت کرے تو قابل قبول نہیں ہے۔

متن پر گفتگو

آگے بیان کرتے ہیں: أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ۔

عمیر بن الاسود عنسی، حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

عمیر بن الاسود پہلا راوی ہے اور دمشق کا رہنے والا ہے جس نے پہلے حدیث لی ہے اور اپنے شاگرد کے ذریعے پیچھے چھوڑی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَةِ حِمْصَ۔ (ساحل سمندر کا وہ حصہ جو حمص سے لگتا تھا وہ وہاں اترے ہوئے تھے میں وہاں ان کے پاس گیا)۔ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ (وہاں ان کا اپنا مکان تھا)۔ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ (حضرت عبادہ بن صامت کے ساتھ ان کی بیوی حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا تھیں)۔

حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا، حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی سگی خالہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں اور حضرت عبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں۔ حضرت عبادہ بن صامت وہ شخص ہیں کہ جس وقت بدر کی جنگ کی تیاری ہوئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مشورہ کیا کہ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ جو صحابہ کرام مہاجرین تھے وہ تو پہلے ہی تیار تھے کہ

سر ویچ اساں سودا کیتا بازار مدینے والے تھیں
صدقے نیں میری جند جان سیو بازار مدینے والے تھیں

انصار صحابہ نے بھی اپنی جان ہتھیلیوں پر پیش کی، یہ حضرت عبادہ بن صامت ان ہی میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ مدنی صحابہ میں سے ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑ نا مرنا کٹنا تو ایک سیدھی سی بات ہے جب مقابلے میں کوئی جاتا ہے تو کسی کو مار دیتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ایسا فیصلہ فرما دیں کہ ہم کو اگر سیدھا سمندر میں چھلانگیں لگانے کی ضرورت پڑ جائے تو پہلی آواز پر سمندر میں چھلانگیں لگا جائیں گے اور سمندر کی خونی موجوں سے اُلجھ جائیں گے۔ پھر دنیا دیکھے گی کہ سمندر کے ساتھ جنگ کریں گے اور آپ کے کہے پر کریں گے جہاں مرنے کے سوا نتیجہ کچھ نہیں۔

جب سیدھا مرنا ہی مرنا ہے ہم اس پر بھی راضی ہیں:

میں مرنے پر تو تھا راضی قضا کے ہاتھ کیا آیا

آسمانی قدسیوں کے آج دیکھنے کا تماشا ہے:

آج {قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ} کی تفسیر ہو رہی ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم قوم موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو کہیں اے موسیٰ علیہ السلام تم جاؤ تمہارا خدا جائے جا کر قوم عمالقہ سے لڑو ہم تمہارا تماشا

دیکھیں گے۔ جیسا قرآن عظیم نے بیان کیا ہے:

{فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ}۔ (المائدہ: ۲۴)

ترجمہ: (اے جناب موسیٰ) تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے)۔

کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم قوم موسیٰ نہیں ہیں آئیے آج وہ وقت آ گیا ہے، ہم کہتے ہیں آپ بھی تماشا دیکھیں آپ کا رب بھی تماشا دیکھے لڑنے کا کام ہم کریں گے۔

قال: عمیر، فحدثتنا أم حرام۔

(عمیر بن الاسود عنسی نے کہا کہ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے ہم سے بیان کیا)۔

حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا، حضرت عبادہ صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ اب عمیر حضرت اُم حرام کے رشتہ میں کچھ نہیں لگتا غیر محرم ہے۔ پردے کی آیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اے عمیر بن اسود عنسی تم یزید کے دور کے آدمی ہو تم بتاؤ اس خاتون کے کیا لگتے ہو؟ جو مدینے کی رہنے والی ہیں۔ تمہاری حضرت عبادہ بن صامت سے کوئی روایت نہیں ہے صرف اُم حرام سے روایت ہے۔ آگے میں محرموں کی حدیثیں پیش کروں گا جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ اب ہمیں سمجھنا پڑے گا جب محرم بھی نہیں تو اس خاتون سے کس طرح بات ہوئی؟۔ اس خاتون نے تمہارے ساتھ کس طرح برائے راست بات کی ہے؟ اور بات وہ کی ہے جو محرموں کے خلاف کی ہوئی بات ہے۔

میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا صاحبہ کے سگے بھانجے کی روایت پیش کروں گا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی روایات پیش کروں گا، اہل مدینہ کی روایات پیش کروں گا، اور سب روایات اس روایت (حدیث نمبر 1) کے خلاف ہوں گی۔ جب شامی اور مدنی کی حدیث ٹکرا جائے قانون کس کو اوّلیت دے گا؟ مدنی راوی کی حدیث کو اولیت دی جائے گی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ، وہ خاتون نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی خالہ ہے ظاہر ہے وہ پردے کی پابند ہے، حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی ہے جو بڑا غیور اور دلیر آدمی ہے۔ اُن سے تیری بات نہیں ہوئی۔ پھر روایت کیسے کرتا ہے؟۔

عمیر کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

أنھا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اول جیش من أمتی یغزون البحر۔ (انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے میری اُمت کا سب سے پہلا لشکر جو سمندری جنگ لڑے گا)۔

قداوجبوا۔ (انہوں نے واجب کرلیا ہے)۔

کیا واجب کرلیا ہے؟

یزید کا حامی کہتا ہے کہ جنت واجب کر لی ہے۔ یہاں نہیں بتایا کہ انہوں نے کیا واجب کرلیا ہے؟ لوگوں کی محبت واجب کر لی ہے، اجر واجب کرلیا ہے۔ اپنی طرف سے یہ فیصلہ کرلینا کہ جنت واجب کرلی ہے یہ ایک اختراع ہوگا، اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

قالت ام حرام قلت یارسول اللہ أنا فیھم۔

(حضرت ام حرام نے کہا: یارسول اللہ کیا میں بھی ان میں ہوں گی؟)

یزید کی باتیں کرتے ہو!۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی باتیں کیوں نہیں کرتے ہو؟ یہ کون پوچھتا ہے؟ جس کا یہ عقیدہ ہو نبی غیب جانتا ہے کل کیا ہونے والا ہے؟ میں کہاں مروں گی؟ کب میری موت ہے؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: **أنت فیھم** (تو ان میں ہے)۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر غیب کا علم نہ ہوتا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے مجھے کیا پتہ تو ان میں ہے کہ نہیں؟۔ اور اس سے یہ بھی پتا چلا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

اس میں کتنی چیزوں کا غیب ہوگا۔

۱: کون کہاں مرے گا؟

۲: کب مرے گا؟

۳: اس کی موت کا وقت کب ہے؟

یہ معاملہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مدینہ طیبہ میں ہو رہا ہے، اور حجۃ الوداع کے زمانے کے بعد کی بات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ انہوں نے یہ بات دسویں سال ہجرت میں پوچھی اور بتیسویں سال ہجرت میں اس جنگ کا آغاز ہونے والا ہے۔ اس کا مطلب ۲۲ برس بعد کے زمانے کے واقعات کے بارے میں وہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا ہے کہ وہ لشکر کس زمانے میں لڑے گا؟۔

یہ (آنے والے) کل کی بات ہے۔ کل کا علم اگر مانو تو یہ حدیث پیش کرو اگر کل کا علم سرکار کے حق میں نہ مانو تو یہ حدیث کس طرح پیش کرتے ہو؟۔ اگر کسی کا End of Life سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا نہیں تو یہ حدیث کیوں پیش کرتے ہو؟ جب یزید کی حمایت میں حدیث پیش کرو گے تو ہم تمہیں قدم قدم پر روکیں گے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "أول جیش من أمتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم"۔ (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے)۔

مدینہ قیصر سے مراد "قسطنطنیہ" نہیں ہے

اس حدیث میں "قسطنطنیہ" کا لفظ نہیں ہے۔ امام قسطلانی نے "فتح الباری" شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس وقت قیصر کا شہر "حمص" (شام) تھا، اس وقت وہ حمص میں رہتا تھا اس

سے مراد حمص کا محل تھا۔اور وہ حملہ سن 32ھ میں ہو چکا تھا۔(جبکہ ''قسطنطنیہ''، استنبول(ترکی) کوکہاجاتاتھا)۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لشکر بخشا ہوا ہے۔حضرت ام حرام عرض کرتی ہیں: فقلت أنا فیھم یا رسول اللہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں ان میں سے ہوں؟)۔قال لا۔(سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ان میں نہیں ہے)

پچھلے لشکر کے ذکر کے وقت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام حرام تو ان میں ہے، اس میں تو صرف ہونے کا علم ہے۔جو یہ کہے تو ان میں نہیں ہے، اس میں علم غیب کلی چاہیے۔الا اللہ کہتے وقت صرف اللہ کا علم کافی ہے لیکن لا اِلہ (کوئی بھی الہٰ نہیں ہے) کہتے وقت جس کے علم میں احاطہ نہ ہو وہ ''اور کوئی بھی الہٰ نہیں ہے''، نہیں کہہ سکتا۔

مثلاً: یہ کہے زید کمرے کے اندر ہے۔تو صرف زید کے کمرے کے اندر ہونے کا علم کافی ہے۔میں کہتا ہوں زید کمرے میں ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ صرف زید کے کمرے کے اندر جانے کا مجھے علم ہے۔جس وقت یہ کہے کہ کمرے کے اندر کوئی بھی نہیں ہے سوائے زید کے، یہ کب کہہ سکتا ہوں جب کمرے کے کونے کونے کا مجھے علم ہو۔اگر میرا علم محیط نہ ہو کمرے کو، تو زید کے اندر ہونے کے متعلق تو میں بتا سکتا ہوں مگر باقی کمرے کے متعلق نہیں بتا سکتا۔'' کوئی بھی نہیں سوائے زید کے'' یہ اُس وقت میں کہوں گا جب اس کمرے کے بارے میں میرا علم کلی ہوگا۔

یہ کہنا کہ کائنات میں موجودات میں کوئی بھی نہیں موجود سوائے اللہ کے، یہ پہلی مرتبہ وہ کہہ سکتا ہے جس کو غیب کا علم ہے اور جانتا ہے اس کے بغیر کوئی اِلہٰ نہیں۔

حضرت ام حرام کا یہ پوچھنا ''کیا میں ان میں ہوں؟''

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا ''نہیں تو ان میں نہیں ہے''۔

جب تک سب کا احاطہ نہ ہو اُس وقت تک بات نہیں بنتی۔اس لیے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتلادیا کہ تو پہلے مرجائے گی اس وقت تک زندہ نہیں رہے گی۔

سلسلہ روایت کی اہمیت

صحاح کی جو چھ کتابیں بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ مشہور ہیں ان کے اندر کسی بیان کا ہونا اس کے سچا ہونے کیلئے کافی نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ (م 728ھ) نے لکھا ہے کہ کسی حدیث کا بخاری یا مسلم میں پایا جانا یہ اس کے سچا ہونے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اگر امام بخاری اور امام مسلم پیدا نہ بھی ہوتے تو پھر بھی دین پہلے سے سچا وسلامت چلا آرہا تھا وہ پہلوں کی اطلاع میں تھا۔

تو پھر ان کی باتوں کو معتبر کیوں مانتے ہو؟

ان کو معتبر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس روایت میں تنہا نہیں ہیں کیونکہ پہلے حدیث کی جتنی کتابیں لکھی جاچکی ہیں ان کے اندر بھی وہ حدیثیں موجود ہیں۔ بخاری کے دور میں جو حدیثیں لکھی گئیں ہیں ان میں بھی وہ حدیثیں موجود ہیں۔ ان کے بعد میں جو حدیثیں لکھی گئیں ہیں ان کے اندر بھی وہ حدیثیں موجود ہیں۔ اس کا نام ''تلقی بالقبول'' ہے یعنی محدثین نے ان حدیثوں کو مان کر استقبال کیا کہ ٹھیک ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہوگا اگر یہ بات نہ پائی جائے تو اس کا نام تفرد (اکیلا ہونا) ہوگا۔ تفرد محدثین کی بولی کا لفظ ہے۔ جس بارے میں امام بخاری یا امام مسلم بات کریں تو آپ تلاش کریں کہ اس دور کے محدثین میں سے کسی اور نے بھی وہ حدیث بیان کی ہے کہ نہیں کی؟ اگر نہیں کی تو یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے دور کے آدمی ہیں پہلے دوسو برس میں جو مسلمان گزرے ہیں کیا ان کی آنکھیں بند تھیں؟ اگر ان کے ہاں حدیث نہیں ملی تو پھر امام بخاری متفرد ہیں اور امام بخاری متفرد ہو کر کے اس حدیث کی روایت میں نا قابل قبول ہیں۔

راوی کون ہے؟ عمیر بن الاسود عنسی جو شام کا رہنے والا ہے، یہ کون آدمی ہے؟ اس کا

کوئی آگے پیچھے معلوم نہیں گویا یہ مجہول الحال ہے۔ اب گفتگو کرتے وقت Channel of Authority (سلسلہ روایت) پر گفتگو ہوگی۔ مثلاً: جب کوئی بات کرے کوئی شہادت دے تو اس کے متعلق پوچھیں گے کہ کس کا بیٹا ہے؟ رہنے والا کہاں کا ہے؟ پتہ نہیں۔ کس برادری سے تعلق رکھتا ہے؟ کہو جی پتہ نہیں۔ کیا پڑھا ہوا ہے؟ جی پتہ نہیں۔ نیک ہے؟ جی کوئی پتہ نہیں۔ بد ہے؟ کوئی پتہ نہیں۔ تو پھر بات کس طرح تمہیں پتہ چلی ہے؟ یعنی آدمی مستور الحال ہے؟ دمشقی شامی ہے؟ حضرات ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا کچھ نہیں لگتا یعنی غیر محرم ہے۔ حضرت ام حرام مدینہ طیبہ کی رہنے والی ہیں۔

اب اس میں دیکھیں گے کہ امام بخاری کے سوا اور کسی نے یہ روایت لی ہے؟ امام بخاری نے دیگر مقامات پر بخاری شریف میں یہ روایت درج کی ہے لیکن اُن میں یہ دونوں ٹکڑے نہیں ہیں کہ ''قداوجبوا'' (انہوں نے واجب کر لی ہے) اور یہ کہ ''مغفورلهم'' (وہ بخشے ہوئے ہیں)۔ اگر یہ دونوں ٹکڑے نہ ہوں، اس میں امام بخاری اکیلے ہوں، اس کا نام متفرد ہوگا یعنی تنہا ہیں۔

اب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا وکیل ہوں اور آپ لوگ جج ہیں، آپ کو ایمانداری کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کون حق بجانب ہے؟

امام بخاری کی اس روایت (حدیث قسطنطنیہ) کا رد خود بخاری شریف سے کریں گے۔ دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑے گا کہ یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔ مثلاً: روزانہ عدالت میں شہادتیں پیش ہوتی ہیں، اگر کوئی کہے ایک راہ پر گزرنے والا شہادت دے گیا کہ فلاں نے فلاں کو مار دیا ہے۔ جب پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا تھا؟ کہا کوئی پتہ نہیں۔ عمر کتنی تھی؟ کوئی پتہ نہیں۔ بندہ نیک تھا یا بدکار تھا؟ کوئی پتہ نہیں۔ اگر معلوم نہیں تو بات یا واقعہ کا کس طرح پتہ چل گیا؟۔

اب راوی شام کا رہنے والا ہے۔ شامی کی بحیثیت شامی کی روایت کے قیمت فن حدیث میں کیا ہوگی؟ یہ آپ کو یاد رکھنا پڑے گا۔ فنی طور پر جس وقت مختلف علاقوں کے مختلف راوی روایت کریں تو جغرافیے کے اعتبار سے حدیث پر اثر پڑتا ہے۔ مثلاً: ایک بندہ لاہور ہائی کورٹ میں کام کرتا ہے اور ایک آدمی پیر بل (کشمیر) کی پہاڑیوں میں رہتا ہے جہاں وہ بکریاں چراتا ہے۔ اگر دونوں کی شہادتیں اکٹھی ہو جائیں تو دیکھنا پڑے گا کہ کس کی شہادت معتبر ہوگی؟ جو بندہ بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا وہ کیا شہادت دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ Geographically بھی حدیث پر اثر پڑتا ہے۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور توجہ طلب ہیں:

☆ امام بخاری کا متفرد یعنی اکیلا ہونا

☆ راوی کا شامی ہونا

☆ راوی کا حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کا محرم نہ ہونا

☆ ایک ہی ملاقات کا ہونا

☆ اور پھر اس سے بھی ایک ہی آدمی کا روایت کرنا، دوسرے آدمی کا روایت نہ کرنا۔

ان سب حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے اور اس کو کسی کی بخشش کیلئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

اب یہ ثابت کرنے کیلئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں متفرد ہیں، بخاری شریف کے ہی دوسرے مقامات پر جو روایت آئی ہے اس کو پیش کرتا ہوں اور آپ کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ اگر یہ بات اتنی پکی ہوتی تو امام بخاری دوسری جگہ اس کو اسی طرح بیان کرتے، اس میں یہ ٹکڑا (مغفور لھم) کیوں نہ بیان کیا؟۔

ایک اور بات یہ ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت (حدیث نمبر 2) کے سارے راوی مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں۔ اب دیکھنا پڑے گا کہ "مدنی راویوں" کے مقابلے میں "شامی راویوں" کی قیمت کیا ہوگی؟۔

زیادت کی تعریف:

علم الحدیث کا ایک اصول ہے کہ جس وقت کوئی حدیث روایت کی جائے اور ایک ہی حدیث کئی لوگوں سے روایت ہو، اور ایک حدیث میں فالتو عبارت آجائے اس کو "زیادت" کہتے ہیں۔ مثلاً: ایک حدیث کے دس راوی ہیں ان میں نو ۹ روایت کرتے ہیں اور ان کے الفاظ آپس میں ملتے ہیں لیکن ان میں ایک ایسا راوی ہے جو فالتو جملے بولتا ہے اس کو محدثین کی زبان میں "زیادت" کہتے ہیں۔

اب دیکھیں گے کہ زیادت کس نے کی ہے؟ اور جو باقی نو ۹ راوی ہیں وہ کس پائے کے محدث ہیں؟۔ کس پائے کے راوی ہیں؟ ان کی Credibility ان کا پختہ ہونا، یقینی ہونا، سچا ہونا اور علم والا ہونا کہاں تک ثابت ہے؟ اور جس نے "زیادہ عبارت" نقل کی ہے اس کا درجہ علم حدیث اور روایت میں کیا بنتا ہے؟

یہ جب تک معلوم نہ ہو بندہ یہ نہ کہے کہ یوں حدیث میں آیا ہے، یوں فلاں حدیث میں آیا ہے اس کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مجھ سے کوئی پوچھے گا کہ تم نے یہ ترجمہ کیوں کیا ہے؟ یہ تشریح تم نے کیوں کی ہے؟۔ کیا تم فن کی رو سے یہ جانتے ہو کہ اس حدیث کی یہ شرح کرنی چاہئے؟۔

اگر نو آدمی ایک طرف ہیں اور حدیث بھی وہی ہے باقی سارے الفاظ ملتے ہیں لیکن اس کا ایک جملہ جو فالتو ہے، دیکھنا پڑے گا کہ فالتو حصہ بیان کرنے والا یہ راوی کون ہے؟ یہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ جس سے یہ روایت کرتا ہے اس سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ وغیرہ۔

مثال:

ایک گاؤں میں ایک واقعہ ہوگیا ہے اب اس گاؤں کے رہنے والے نو ۹ راوی ہیں وہ نو

کے نو اور طرح روایت کرتے ہیں۔ اور ایک آدمی تین یا چار گاؤں وہاں سے دور رہنے والا ہے اس کا اس واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بنتا وہ شخص اس کی روایت اور طرح کرتا ہے۔ اب اس سے یہ پوچھا تو جا سکے گا کہ یہ جو نو ۹ آدمی گھر کے ہیں انہوں نے اور طرح روایت کی ہے، بتاؤ یہ فالتو بات تو نے کہاں سے لی ہے؟۔ مروی عنہ ایک ہے جس سے وہ سارے روایت لیتے ہیں اور وہ مروی عنہ ان نو ۹ اشخاص کے گاؤں کا ہے۔ بھانجے، بھتیجے اور قریبی رشتہ دار ایک ہی طرح کی روایت کرتے ہیں۔ اور ایک آدمی جو دور کا رہنے والا ہے جو مروی عنہ کا بھی کچھ نہیں لگتا، جس کی زندگی میں صرف ایک ہی ملاقات ثابت ہے جب وہ فالتو بات کرے گا تو ہم اسے Judge کریں گے۔ اب یہی قاعدہ آپ کے ذہن میں رہے تو آگے بخاری شریف کی دوسری روایت پیش کرتا ہوں۔

حدیث نمبر 2: باب رکوب البحر: (سمندری جنگ کے ذکر کا باب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت:

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: '' يَوْمًا فِي بَيْتِهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا يُضْحِكُكَ، قَالَ: عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: أَنْتِ مِنْهُمْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَيَقُولُ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا إِلَى الْغَزْوِ، فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا۔ (بخاری شریف، باب جہاد کے لیے سمندر میں سفر کرنا۔ حدیث نمبر ۲۸۹۴ ج ۱ ص ۴۰۵)

ترجمہ: ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے گھر تشریف لا کر قیلولہ فرمایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: ''مجھے اپنی اُمت میں ایک ایسی قوم کو (خواب میں دیکھ کر) خوشی ہوئی جو سمندر میں اس طرح جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں''۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی وہ ان میں سے کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم بھی ان میں سے ہو''۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور جب بیدار ہوئے تو پھر ہنس رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرتبہ بھی وہی بات بتائی۔ ایسا دو یا تین دفعہ ہوا۔ میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہوگی''۔ اُم حرام، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور وہ ان کو غزوہ میں لے گئے، واپسی میں سوار ہونے کے لیے اپنی سواری سے قریب ہوئیں سوار ہوتے ہوئے گر پڑیں جس سے آپ کی گردن ٹوٹ گئی اور شہادت کی موت پائی)۔

سلسلہ روایت:

مجھ سے ابونعمان کی ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حماد بن زیاد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں یحییٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے یحییٰ بن حبان نے بیان کیا وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آخری راوی ہیں جو اُم حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کر رہے ہیں۔

تشریح:

اب اس کا ہم جائزہ لیں گے کہ دونوں حدیثوں کو مقابلتاً جب پرکھا جائے تو کیا قیمت ٹھہرے گی؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے مجھ سے ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ان کے گھر میں قیام کیا (قیلولہ فرمایا) اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکراتے ہوئے اٹھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں حیران ہوں اپنی اُمت کی ایک قوم کے بارے میں جو سمندر پر سوار ہوں گے یعنی سمندری جنگ لڑیں گے، وہ ایسے ہوں گے کہ جیسے بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں۔ یعنی زندگی اور موت کا کھیل کھیلنے جارہے ہوں گے لیکن اس قدر سرور کے ساتھ بیٹھے ہوں گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوتا ہے ان کے دل پر کوئی خوف وخطر نہیں ہوگا۔ وہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم جئیں تو غازی ہیں اگر مریں تو شہید ہیں دونوں صورتوں میں ہماری زندگی بے قیمت نہیں ہے نہ ہمارا مرنا بے قیمت ہے نہ ہمارا جینا بے قیمت ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ فرمایا: ''تو ان میں سے ہے''۔

پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو پھر مسکرانے لگے۔ انہوں نے اسی طرح کی باتیں دو یا تین مرتبہ کیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تو پہلے لوگوں میں سے ہے''۔ پہلے فرمایا وہ بڑے خوش ہوں گے جو سمندر پر سوار ہوں گے۔ اب دوبارہ بیٹھ کر ایک نئے گروپ کا ذکر کیا تو عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے دعا کریں میں ان میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أنتِ من الأولین۔ تو پہلے لوگوں میں سے ہے دوسرے لوگوں میں تیرا نام نہیں۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور ان کو اپنے ساتھ غزوہ میں لے گئے۔ اسی غزوہ سے جب واپس لوٹنے لگے تو اُن کا چوپایہ ان کے قریب کیا گیا تو وہ اس پر سے (بیٹھتے ہوئے یا بیٹھنے کے بعد) گر پڑیں اور گرنے سے ان کی گردن ٹوٹ گئی جس سے ان کی شہادت ہوگئی۔

اس حدیث میں یہ جملے ''وہ پہلا لشکر جو حملہ کرے گا بخشا ہوا ہے'' اور ''انہوں نے واجب کر لی ہے'' موجود نہیں ہیں۔

اب بخاری شریف میں سے یہ روایت نکل آئی ہے جو کہتی ہے کہ اُس حدیث کی مطابقت انہوں نے اس حدیث سے نہیں کی۔

اُس کا راوی ہے عمیر بن اسود عنسی، شام کا رہنے والا اور اس حدیث کے راوی حضرت اَنس ابن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے دس برس تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ ایک دوسری میں خود حضرت انس رضی اللہ عنہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

اب دونوں حدیثوں کا موازنہ کریں گے آپ کے پاس مستند ہونے کا ایک معیار ہے جس سے شہادت کو چیک کرتے ہیں کہ وہ کس حد تک قابل یقین ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ جو روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، یہ قریبی رشتہ دار ہیں اور محرم ہیں؟ اور وہ عمیر بن اسود غیر محرم ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے ملنے کیلئے گیا ہے تو غیر محرم ہو کر اس کو حضرت اُم حرام سے بات کرنے کا موقع کس طرح ملا؟ کبھی پہلے ملاقات نہیں ہے۔

لیکن یہاں (حدیث نمبر 2) میں یہ جو بات بیان کرتے ہیں یہ حضرت انس بن مالک

کرتے ہیں۔اور یہ روایت بھی خود بخاری شریف میں موجود ہے۔

پس ثابت ہوا کہ امام بخاری اس میں خود متفرد ہو گئے ہیں۔

کسی بھی روایت میں لفظ ''قسطنطنیہ'' موجود نہیں ہے

آئندہ صفحات میں ایک اور حدیث بھی بخاری سے پیش کی جائے گی جو یہ ظاہر کرے گی کہ جو لوگ ''قسطنطنیہ'' کا لفظ بولتے ہیں یہ اپنی طرف سے بولتے ہیں۔ بخاری شریف میں لفظ "قسطنطنیہ" نہیں ہے۔''یَغزُونَ مَدِینَۃَ قَیصَرَ'' کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔

''مدینہ قیصر'' (قیصر کا شہر) سے مراد ''قسطنطنیہ'' نہیں ہے

کیا ''قیصر کے شہر'' سے مراد قسطنطنیہ ہے؟ نہیں ہے۔

اور یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ جس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کہی ہے، اُس وقت قیصر کا شہر کونسا تھا؟۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ اس وقت قیصر کا شہر قسطنطنیہ نہیں تھا ''حمص'' تھا اور پہلے فتح ہو چکا ہوا تھا۔اور (بقول حامیان یزید کے) جس وقت یہ واقعہ یزید والا پیش آنے والا تھا اس سے پہلے وہ شہر فتح ہو چکا ہوا تھا۔اور ''سب سے پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے''، یہ الفاظ بھی اس حدیث میں تو نہیں ہیں۔

''قداوجبوا'' کا لفظ بھی حدیث نمبر 1 میں زائد ہے۔

راوی کو بھی دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ وہ (اسود عنسی) غیر محرم ہے اور تابعی ہے۔ اور یہ (انس بن مالک) محرم ہیں اور یہ صحابی ہیں۔مزید یہ کہ اُم حرام رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صحبت زیادہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سرزمین مدینہ میں تشریف لائے اس وقت میں 14 برس کا تھا۔ میں دس برس لگا تار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر جاتے اندر جاتا رہا باہر آتے میں باہر آتا جاتا رہا۔ جب پردے والی آیت اتری تو اس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مجھے راستے میں روک لیا کہ پردے والی آیت آگئی ہے اب اندر نہیں آسکتے۔ لیکن دس سال کی صحبت پانے والے کی قیمت زیادہ ہے یا جس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی اس کی قیمت زیادہ ہے؟۔ یہ محرم ہے، وہ غیر محرم ہے پھر وہ مجہول الحال بھی ہے۔

حدیث شاذ کی تعریف

میں آپ کے سامنے علم المصطلح کی مشہور کتاب ''مقدمہ ابن صلاح'' پیش کرتا ہوں:
جس وقت علم حدیث میں جھگڑا پڑ جائے کہ یہ معتبر ہے یا غیر معتبر اس وقت جھگڑے کو رفع کرنے کیلئے مقدمہ ابن صلاح پیش کرتے ہیں۔ اس کے اندر شاذ حدیث کی تعریف میں بحث موجود ہے: **إن الشاذ ما لیس له، الا أسنادوا حد یشذ بذلک شیخ، ثقه، کان او غیر ثقه فما کان غیر ثقه فمترو ک لایقبل و ما کان عن ثقه یتو قف فیه و لا یحتج به** (مقدمہ ابن الصلاح ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار الجدید قاہرہ مصر ۱۴۳۲ھ)۔

شاذ اُسے کہتے ہیں کہ جس کی سند صرف ایک ہی ہو اس کا راوی ایک سے زیادہ نہ ہو۔
جنہوں نے "حدیث قسطنطنیہ" بنا رکھی ہے اس کا ایک سے زیادہ راوی لائیں اور میں حدیث کو یہ منظوری دوں گا کہ جو شام کا رہنے والا ہے مدینے والے کے مقابلے میں اس کی روایت معتبر نہیں۔ یہ حدیث شاذ ہے کہ جس وقت اس کا راوی ایک کے سوا دوسرا کوئی نہ ہو۔

کہتے ہیں: **یشذ بذلک شیخ**۔
اس کی روایت کرنے میں شیخ اور استاذ صرف ایک ہو۔
پھر کیا ہوگا؟ **ثقة کان أو غیر ثقة** پھر جو شیخ ہے وہ یا بندہ پکا ہوگا یا بندہ کچا ہوگا۔
فما کان من غیر ثقة فمترو ک لایقبل۔
جو غیر ثقہ ہو معتبر آدمی نہ ہو تو اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔
اس کی سچائی چیلنج ہو جائے گی۔ وہ Admissible ہی نہیں ہے۔ اس پر کسی

عقیدے یا عمل کی بنیاد رکھی جا ہی نہیں سکتی۔

و ما کان عن ثقة یتوقف فیه و لا یحتج به۔

اگر وہ ثقہ ہوتو توقف کریں گے اور حدیث سے دلیل نہیں پکڑیں گے اور حدیث قابل احتجاج نہیں رہے گی۔

شاذ حدیث Very Rare کو کہتے ہیں یعنی شاذ محدثین کی بولی ہے۔شیخ اس کے بیان کرنے میں اکیلا ہو خواہ وہ شیخ معتبر ہو یا غیر معتبر ہو وہ شاذ کی برادری کا ہے۔جس سے وہ روایت کرتا ہے وہ روایت کرنے والا اکیلا ہی ہے خواہ وہ معتبر شیخ ہے یا غیر معتبر لیکن بیان کرنے والا اکیلا ہے۔اب جب اس کی دو ہی حالتیں ہیں شیخ کی ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔تو پھر ہم دیکھیں گے:

جس سے وہ روایت کرتا ہے غیر ثقہ ہے۔وہ پکا نہیں ہے تو کہتے ہیں لا یقبل۔اس کی وہ حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ اب یہاں عمیر بن اسود کا شاگرد ہی دنیا میں صرف ایک ہے جس کا نام خالد بن معدان ہے اور وہ بھی ''مجہول الحال'' ہے۔

مجہول الحال راوی

کسی کی جہالت رفع کرنے کیلئے یعنی وہ ''مجہول الحال'' نہیں ہے اگر اس کا حال معلوم کرنا چاہیں تو کم ازکم دو مشہور بندے جو علم رکھتے ہوں جن کو دنیا مانتی ہو کہ وہ علم والے ہیں وہ دونوں اس سے روایت کریں اس کی جہالت تو دور ہو جائے گی لیکن اس سے ثقہ پھر بھی ثابت نہیں ہوگا۔ثقہ ثابت کرنے کیلئے اور وجوہات ہوتی ہیں۔لہٰذا اب یہ حدیث قابل قبول نہیں رہی۔

ایک وجہ میں نے بیان کی کہ یہ جو حدیث یزید کی حمایت میں پیش کرتے ہیں اس کے راوی شامی ہیں۔اور جو حمایت والے جملوں کے بغیر حدیث آتی ہے اس کے سارے راوی مدنی ہیں۔ابن تیمیہ(م728ھ) نے اپنی کتاب علم الحدیث میں لکھا ہے:

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ معتبر ہونے میں پہلے وہ روایت معتبر ہوگی جس کو مدینے والوں

نے روایت کیا ہو دوسرے درجے پر وہ حدیث معتبر ہوگی جو بصرے والے روایت کریں پھر اہل شام کی"۔(علم الحدیث،علامہ تقی الدین ابن تیمیہ،دارالکتب علمیہ،بیروت لبنان،مطبوعہ ۱۴۰۵ھ(1985ء)

کیونکہ اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئے گی کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی گئے ہی نہیں وہاں راوی موجود ہیں؟ سب سے معتبر روایت مدینہ والوں کی اور دوسرے درجے پر وہ حدیث معتبر ہوگی جو بصرے والے روایت کریں۔ مدینے شریف والی بات تو سمجھ آ گئی بصرے والی بات سمجھ میں نہیں آئی!۔

دراصل قصہ یہ ہے کہ بصرہ میں حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیضان ہے۔ عالم اسلام میں لغت کے جو دو مشہور مدرسے ہیں ان میں بصرے کو اولیت حاصل ہے۔ وہاں جو اس مدرسے کا استاد اور بانی ہے ان کا نام سیبویہ ہے اس کا استاد خلیل ہے اس کا استاد ابوالاسود دیلی ہے اس کے استاد حضرت مولا مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ تو جدھر حدیث والوں کے شاگرد گئے حدیث ادھر گئی۔ اب پتا چل گیا کہ شامیوں کی حدیث بصرے والوں کے مقابلے میں کمزور ہوگی۔

حدیث نمبر 1 میں ایک آدمی راوی ہے اور وہ راوی ثقہ بھی نہیں۔ جبکہ اگر ثقہ، اوسط کے خلاف کہہ دیں پھر وہ حدیث منکر بن جاتی ہے حدیث قابل احتجاج نہیں رہتی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شام کے رہنے والے کمزور ہیں ان کی حدیث اہل مدینہ کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ جو باتیں انہوں نے کہی ہیں مدینے والوں میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیں۔

حدیث نمبر 3: کتاب الجہاد:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوسُفَ، عَنْ مَالِکٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أَبِی طَلْحَةَ،

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ - وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ - فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا البَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الأَسِرَّةِ، أَوْ: مِثْلَ المُلُوكِ عَلَى الأَسِرَّةِ"، شَكَّ إِسْحَاقُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: »نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ« - كَمَا قَالَ فِي الأَوَّلِ - قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: »أَنْتِ مِنَ الأَوَّلِينَ«، فَرَكِبَتِ البَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ البَحْرِ، فَهَلَكَتْ"۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل م۲۵۶ھ، ایچ ایم سعید کمپنی ج۱ ص۳۹۱)

ترجمہ: (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں کیونکہ آپ کی رضاعی خالہ تھیں) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا پیش کرتی تھیں۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ام حرام کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ پھر آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کے سر مبارک کو کھجلانے لگیں پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محو خواب ہو گئے۔ کچھ دیر بعد مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میری اُمت

کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کئے گئے ہیں اس حال میں کہ اس سمندر کی پیٹھ پر سوار اور تختوں پر بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان مجاہدین میں سے شمار کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے سر رکھا اور سو گئے پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے کچھ لوگ مجھ پر فی سبیل اللہ جہاد کرتے پیش کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان میں سے بنادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپ پہلی جماعت میں سے ہیں'')۔

تشریح

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے ہیں اُن سے تو پردہ نہیں ہے) کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لے جایا کرتے تھے راستے میں میری خالہ کا گھر پڑتا تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ رضاعی خالہ لگتی تھیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر جا کے ٹھہرا کرتے تھے۔ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کھانا پیش کیا کرتی تھی پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لیے سو جایا کرتے تھے۔ اب رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام آرام فرمانے لگے اور مسکراتے ہوئے جاگے تو مائی صاحبہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ میں نے اپنی اُمت کا بحری بیڑا لڑائی کرتے ہوئے دیکھا ہے سمندر میں اس طرح سوار تھے جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں یعنی ان کی طبیعتوں پر کوئی بوجھ نہیں تھا کہ ہم خطرے کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے بھی دعا کریں کہ میں بھی اُن میں ہو جاؤں۔ رسول اللہ علیہ الصلوۃ

والسلام نے فرمایا کہ تو ان میں سے ہے۔ پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے اور دوبارہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھلی اور آنکھ کھلنے کے بعد میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے وہ لڑائی لڑ رہے ہیں۔

اب دیکھئے وہی حدیث ہے، وہی مروی عنہا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، اس جگہ انہوں نے (أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصرا) کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ یہ وہی حدیث ہے لیکن ''قد أوجبوا'' کا لفظ اس میں نہیں ہے۔ اور ''**مغفور لهم**'' کا لفظ بھی نہیں ہے۔ لیکن جب شامی راوی بیان کرتا ہے تو یہ الفاظ ذکر کرتا ہے۔

عمیر بن الاسود عنسی کون ہے؟

اب ہم موازنہ Campare کرتے ہیں وہ کون ہے جس کا نام عمیر بن الاسود عنسی ہے؟ نہ اس کے باپ کا پتہ ہے نہ اس کی اولاد کا پتہ ہے یعنی مجہول الحال ہے۔ جو مجہول الحال ہو جس کا پتہ کوئی نہ ہو کہ یہ کون ہے؟ مثلاً عدالت میں ہی ایسا بندہ پیش ہو جائے اس کو کہا جائے شناخت نکالو وہ کہے میرے پاس شناخت کوئی نہیں ہے۔ پہچان ہی نہیں کہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ کسی کا کیا لگتا ہے؟

اس کے مقابلے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دس سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں۔ 10 سال کی صحبت ہے سرکار کے ساتھ۔ اور حدیث کس سے بیان کرتے ہیں جن کے محرم ہیں۔ ام حرام کے سگے بھانجے ہیں۔

اور وہ (عمیر بن الاسود شامی) کیا لگتا ہے؟ وہ غیر محرم ہے اور شام کا رہنے والا ہے اور ام حرام رضی اللہ عنہا کا کچھ نہیں لگتا۔

امام بخاری کا متفرد ہونا

جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے اس میں امام بخاری متفرد نہیں ہیں۔لیکن اس میں شہر "قسطنطنیه" کا نام نہیں ہے۔ "مغفور لھم" کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔تو اتنے حصے میں امام بخاری متفرد ہیں۔جس حصے میں متفرد ہیں اس کا راوی بیگانہ ہے نہ آگا پتہ نہ پیچھا۔ اب یہ دیکھئے کہ اس شامی راوی کے شاگرد کتنے ہیں؟۔

ایک ہی شاگرد ہے جس کا نام خالد بن معدان ہے۔جس وقت ایک ہی اُستاد ایک ہی شاگرد ہو اور دونوں مجہول ہوں، تو حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔بخاری شریف کی دونوں جلدیں اگر آپ مطالعہ کریں تو بخاری جلد 2، ص 392، 393، ص 405، ص 929 اور ص 1036 پر وہی روایت موجود ہے۔ان تمام حدیثوں میں (**یغزون مدینة قیصر**) اور (**مغفور لھم**) کے الفاظ نہیں ہیں جو یزید کیلئے پیش کئے جاتے ہیں۔تو اس حدیث نمبر 1 میں امام بخاری متفرد (اکیلے) ہیں۔

بخاری شریف کے پورے ریکارڈ میں اس پہلی روایت کی مطابقت میں کوئی حدیث نہیں ملی۔صرف بخاری شریف ج ا ص 409 (حدیث نمبر 1) پر جو حدیث ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں اس کے علاوہ بخاری شریف کی کسی بھی حدیث میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

اور اس حدیث کو امام بخاری نے بخاری شریف میں جتنے بھی مقامات پر پیش کیا ہے تو دوسرے راویوں سے کیا ہے۔اور وہ سارے معروف الحال (جانے پہچانے ہوئے) ہیں، جن کی شناخت آپ کے پاس ہے۔مرویہ وہی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہ ہیں، انہیں سے روایت کی گئی ہے۔لیکن جو حصہ حامیان یزید، یزید کے حق میں پیش کرتے ہیں امام بخاری کو کہیں سے وہ حصہ ملا تو لگتا ہے کہ وہ حصہ صرف اسی سے ملا ہے کہ جو یزید کے دسترخوان کی روٹی کھاتا ہے۔ بھلا یزید کے حامی کی روایت کو کون تسلیم کرے گا؟

لہٰذا امام بخاری اس روایت (حدیث نمبر 1) میں منفرد (اکیلے) ہیں اور جس سے روایت کرتے ہیں اس کا اپنا اتا پتہ ہی کوئی نہیں۔

امام مسلم کی روایت میں بھی یہ الفاظ موجود نہیں ہیں

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے بھی اس حدیث میں امام بخاری کا ساتھ نہیں دیا۔ روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَأَطْعَمَتْهُ، ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ، غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ، مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ، أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ- يَشُكُّ أَيَّهُمَا -قَالَ: قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ، غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ، فَهَلَكَتْ۔ (الصحیح المسلم 2/ کتاب الامارۃ باب فضل الغزو فی البحر، قدیمی کتب خانہ کراچی 1956ء)۔

حدیث کو اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح کہ حدیث بخاری (حدیث نمبر 3) کا متن ذکر کیا گیا ہے کہ سمندری لوگ سمندر میں اس طرح جنگ کریں گے۔ یہاں مسلم شریف کی اس

حدیث میں بھی "قسطنطنیہ" کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اس حدیث میں وہ الفاظ ''**یغزون مدینة قیصر**'' اور ''**مغفور لهم**'' بھی نہیں ہیں۔

اس کا مطلب ہے امام مسلم نے بھی امام بخاری کی اس روایت کا ساتھ نہیں دیا۔ لہٰذا اس روایت (حدیث نمبر 1) میں امام بخاری متفرد ہیں۔

امام عبدالرزاق کی روایت

امام بخاری کے دادا اُستاد حضرت امام عبد الرزاق ہیں جن کی تصنیف "مصنف عبدالرزاق" دس جلدوں کی کتاب ہے جلد 5، ص 285 پر یہ حدیث موجود ہے۔ اس میں أول **جیش من أمتي یغزون مدینة قیصر۔ مغفور لهم** کے الفاظ نہیں ہیں۔ أوجبوا کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب کل محدثین کے سامنے امام بخاری اس روایت میں اکیلے ہیں۔ آپ سے جو پہلے کے محدثین ہیں انہوں نے بھی اس حدیث کو نہیں لیا۔

ابن کثیر کا حوالہ

اس روایت کے حامی کی اپنی برادری کے ایک بندے کی شہادت پیش کرتا ہوں جو یہ کہے کہ اس میں امام بخاری اکیلے (متفرد) ہیں۔ عماد الدین ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) ابن تیمیہ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے پوری ہمدردی کرنے کا ذوق رکھتا ہے، لکھتا ہے:

تفرد به البخاري دون أصحاب الکتب۔

(اس میں بخاری متفرد ہیں دوسرے محدثین کے مقابلے میں)۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۲۴۸)

حدیث کی چھ مشہور کتابیں ہیں جن کو ''صحاح ستہ'' کہا جاتا ہے ان میں سے باقی پانچ محدثین نے اس حدیث کو کیوں نہیں لیا؟ کیونکہ امام بخاری ''متفرد'' ہیں۔

مجمع الزوائد حدیث کی کتاب ہے اس کے اندر بھی یہ حدیث موجود ہے (یغزون مدینة قیصر اور مغفور لهم) کے الفاظ اس میں بھی نہیں ہیں۔ (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (م ۸۰۷ھ)، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الجہاد فی البحر جلد ۲ صفحہ ۴۰۲)۔

سنن دارمی شریف جلد 2 میں وہی حدیث حضرت اُم حرام راویہ ہیں اس میں بھی (یغزون مدینة قیصر اور مغفور لهم) کے الفاظ نہیں ہیں۔ (ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی (م ۲۵۵ھ)، سنن الدارمی باب فی فضل غزاۃ البحر، کتاب الجہاد س ۳۲۳ شاملہ)۔

لیجئے احادیث کی کتابیں پیش ہوچکیں ان سب نے واضح کر دیا کہ امام بخاری نے یہ الفاظ ایک شامی کے کہنے پر استعمال کیے ہیں۔

جبکہ ''شامیوں'' کی روایت کس درجہ کی ہے، اس بارے میں ابن تیمیہ کا حوالہ گزر چکا ہے کہ اس پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے کہ سب سے معتبر وہ احادیث ہوں گی جن کو مدینہ شریف والے بیان کریں پھر اس کے بعد دوسرے درجے کی وہ احادیث ہوں گی جس کو بصرے والے بیان کریں پھر اس کے بعد شامیوں کی روایت کا درجہ ہے۔

اب معتبر ہونے میں پہلا درجہ مدینہ شریف والوں کا، دوسرا درجہ بصرہ والوں کا، تیسرا درجہ شام والوں کا ہے۔ اس کا مطلب اہل شام، اہل مدینہ کے مقابلے میں کمزور ہیں

۔

مدینے شریف والوں کو پتہ نہ ہو!!۔ اور شام والوں کو پتہ ہو؟ کیسے ممکن ہے۔
اگر یہ بات ہوئی ہوتی تو مدینے شریف والوں کو پتہ ہوتا۔

امام بخاری و امام مسلم کیوں معتبر ہیں؟

محبان یزید کے مقدمے کا سب سے بڑا وکیل علامہ ابن تیمیہ ہے، وہ اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے کہ امام بخاری کی حدیث معتبر کیوں ہے، امام مسلم کی حدیث کیوں معتبر ہے؟۔

ابن تیمیہ کی کتاب "منہاج السنۃ" جو شیعہ کے رد میں لکھی ہوئی ہے تمام سعودی عرب ابن تیمیہ کے مقلد ہیں اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ ہر ہفتے دو چار پروگرام ٹی وی پر آتے ہیں کہ یہ مجدد اعظم ہے اور اس نے آ کر کے اُمت کی اصلاح کی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو بانی اسلام نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ بانی اسلام تو نبی ہوتا ہے لیکن ابن تیمیہ کو بانی اسلام مانتے ہیں۔

"منہاج السنۃ" کی جلد 4 کے اندر انہوں نے جو بات لکھی ہے وہ قابل غور ہے:

إن قولنارواه البخارى ومسلم علامة لناصحة لانه كان صحيحاًبمجردرواية البخارى ومسلم بل احاديث البخارى ومسلم رواه ماغيرهمامن العلماء والمحدثين من لايحصى عدده الاالله۔ولم ينفردواحدمنهم بحديث بل مامن حديث الاوقدرواه قبل زمانه وفى زمانه وبعدزمانه طوائف ولولم يخلق البخارى ومسلم ولم ينقص من الدين شئى وكانت تلك الاحاديث موجودة باسانيد يحصل بهاالمقصودفوق المقصود(منهاج السنة النبوية ،علامه ابن تيميه ج4ص92، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

ہمارے سامنے یہ کہنا کہ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے یہ اس کے صحیح ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ بخاری نے یہ بات کہی ہے مسلم نے یہ بات کہی ہے، اس کا مطلب بات پکی اور سچی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ صرف بخاری و مسلم میں روایت ہونے کی وجہ سے وہ پکی نہیں ہے بلکہ وہ اس وجہ سے معتبر ہے کہ پچھلوں نے بھی ان حدیثوں کو روایت کیا ہے۔ اور اِس وقت کے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے اس لئے بخاری و مسلم کی روایت معتبر ہے۔

بڑی بات ہے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث کو اس وجہ معتبر نہیں مانتے کہ انہوں نے روایت کر ڈالی ہے بلکہ اس وجہ سے اس کو معتبر مانتے ہیں کہ جو انہوں نے روایت کی ہے وہ پہلوں نے بھی روایت کی ہے، اس وقت کے لوگوں نے بھی روایت کی ہے، اس کے بعد والوں

نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

آگے بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم میں سے کوئی بندہ کسی حدیث میں اکیلا نہیں ہے اس وجہ سے وہ حدیث معتبر ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی اکیلا ہو جائے تو جس طرح باقی غیر معتبر ہیں اس وجہ سے یہ بھی غیر معتبر ہوں گے۔

اگر امام بخاری اور امام مسلم دونوں پیدا ہی نہ ہوتے تو پھر بھی دین سلامت تھا کیونکہ وہ روایتیں پہلے بھی موجود تھیں جو امام بخاری کے دور میں تھیں۔ وہ اس طرح موجود تھیں کہ ان کی سندیں مفقود تھیں اور اس سے مقصد پورا ہو جاتا تھا۔ انہوں نے یہ خدمت کی ہے کہ ان کو اکٹھا کر دیا ہے وگرنہ یہ کہ وہی پہلوں کی روایات میں بھی موجود تھیں پچھلوں کی روایات میں بھی موجود تھیں۔ اب جو لوگ جس حدیث کے اوپر سہارا لیتے ہیں، امام بخاری اس حدیث میں اکیلے (متفرد) ہیں۔ جس کا مطلب کہ پہلے محدثین بھی اس کو روایت نہ کریں اس وقت کے لوگ بھی اس کو روایت نہ کریں پچھلے بھی روایت نہ کریں اکیلے امام بخاری روایت کریں۔

مقدمہ ابن صلاح

کتاب ''مقدمہ ابن صلاح'' کو اصول حدیث میں حرف آخر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگر مولوی صاحب اس کتاب کو جانے تو مولوی بنتا ہے نہیں تو مولوی نہیں بنتا۔ جن کو آپ لوگ مولوی سمجھتے پھرتے ہیں ہزار کی صف کھڑی کریں آدھا مولوی بھی نہیں نکلے گا جو اس کتاب کو پڑھتا ہو یا سمجھتا ہو۔ مقدمہ ابن صلاح صفحہ 37 پر یہ بات موجود ہے اگر کوئی بندہ ثقہ ہو لیکن وہ متفرد ہو اس کے مقابلے میں اور کوئی ثقہ ہیں وہ دوسری طرف جمع ہوں تو اس اکیلے کی حدیث مسترد ہوگی اگر چہ ثقہ ہو، اس حدیث کو منکر کا درجہ ملے گا اور وہ قابل احتجاج نہیں ہوگی۔

جب یہ ساری احادیث کی کتابیں پیش کر دیں۔ امام بخاری کو اس حدیث کے اس حصے (**یغزون مدینة قیصر ، مغفور لهم**) کو خدا کے اس نیلے آسمان کے نیچے محدثین میں سے نہ پہلوں نے لیا ہے نہ پچھلوں نے لیا ہے۔ پہلے محدثین نے اس لئے نہیں لیا کہ وہ حدیث تھی ہی نہیں۔ اور پچھلوں نے اس لئے نہیں لیا کہ وہ فن حدیث کی رو سے قابل قبول نہیں۔ یزید کو پھر جنت کس طرح مل گئی؟

شاذ وہ حدیث ہے جس کی سند صرف ایک ہی ہو اور اس کا گواہ ہی کوئی نہ ہو، ایک ہی راوی ہو۔ اس روایت کے کرنے میں استاد اکیلا ہو۔ خواہ وہ ثقہ ہو معتبر ہو یا غیر معتبر۔ جس سے کوئی روایت کرتا ہے وہ اکیلا ہی ہو اس سلسلہ کی اور کہیں کوئی روایت نہ ملتی ہو جیسا کہ امام بخاری کو نہیں ملی، وہ خواہ معتبر ہو یا غیر معتبر اس کو ''شاذ'' کہیں گے اور اگر وہ بندہ ہی ایسا ہو جو معتبر ہے ہی نہیں تو وہ مقبول نہیں ہوگی۔ اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو جائیں کہ روایت بھی اکیلی ہے بندہ بھی غیر معتبر ہے، پھر اس روایت کو گھر لے جاؤ جا کے شہد لگا کے اس کو چاٹو۔ یہ روایت کسی معاملے میں بطور دلیل پیش نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ بندہ ثقہ ہے اکیلا ہی ہے کہتے ہیں اس کے بارے میں غور کیا جائے گا اسے ثبوت کے طور پر مہیا نہیں کیا جائے گا۔ بخاری میں درج ہونے کیلئے اور مقبول ہونے کیلئے کیا یہی شرط ہے؟ ایک ہی راوی جس نے امام حسین علیہ السلام کی مخالفت کی ہے۔

منطق کا قاعدہ

اب یہاں ایک بات بطور قاعدہ آپ کو سمجھنا ہوگی یزید کے حامیوں نے جو اس حدیث سے یزید کی حمایت کیلئے دلیل نکالی ہے وہ دو مقدمات پر مشتمل ہے:

۱: کبریٰ Major Premises

۲: صغریٰ Minor Premises

یہ منطق کی زبان ہے۔ جس طرح آپ نے جومیٹری کا ایک قاعدہ یاد کیا ہوا ہے۔ جب کوئی نئی شکل آتی ہے تو وہ قاعدہ نکال کے استعمال کر کے آپ اس کا رقبہ نکال لیتے ہیں۔

جو آپ کو واقعہ پیش آیا ہے وہ ''صغریٰ'' ہے اور آپ نے جو کلیہ قاعدہ یاد کیا ہوا ہے وہ ''کبریٰ'' ہے۔ اس کے دو مقدمے ہیں، دونوں مقدموں پر غور کریں گے۔

کبریٰ: اس کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے نتیجہ نکالیں۔

صغریٰ: اس کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ نکالنا مقصود ہو۔

اب آپ منطق کی رو سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں:

یزید قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا یہ "صغریٰ" ہے۔

یعنی شریک ہونا حامیانِ یزید کے نزدیک ثابت ہے۔ وہ اس جملے کو استعمال کرتے ہیں کہ "سب سے پہلے جو لشکر شہر قیصر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے"۔

جو پہلا لشکر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے، وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یزید نے اس حملے میں شرکت کی۔ اور جو آدمی اس پہلے لشکر میں شریک تھا وہ بخشا ہوا ہے، یہ "کبریٰ" ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یزید شریک ہوا اس لئے وہ بخشا ہوا ہے۔

اب اس سے نتیجے کے نکالنے کیلئے دونوں مقدمات کی "صحت مادی" شرط ہے۔

مثلاً: میں کہوں مسجد میں لگا ہوا یہ ستون گھوڑا ہے اور ہر گھوڑے کے چار پاؤں ہوتے ہیں لہٰذا اس کے چار پاؤں نہیں۔ لفظوں میں تحریر صحیح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے جب میں نے ستون کو گھوڑا کہا کیا یہ صحیح ہے؟

اس میں صحت صوری (Formal Validity) ہے صحت مادی Material Validity نہیں ہے۔ جب صحت صوری اور صحت مادی دونوں موجود ہوں تو نتیجہ صحیح ہوتا ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک بھی غلط نکل آئے تو نتیجہ غلط ہوتا ہے۔

یہی غلط ہو کہ "جو پہلا حملہ آور لشکر ہو وہ بخشا ہوا ہے" تو کبریٰ گیا۔ اور اگر یہ بات بھی غلط نکل آئے کہ "یہ (یزید) اس لشکر میں تھا" اور انچارج تھا۔ یہ غلط نکل آئے پھر بھی نتیجہ گیا۔ دونوں کی صحت کی کون ضمانت دے گا؟ بالفرض اگر کوئی ان دونوں باتوں کو ثابت کر دے تو پھر وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ یزید (معاذ اللہ) جنتی ہے۔

اب آپ کہیں گے کہ یہ دلیل دو مرکبات سے مرکب ہے "یزید کا جنتی ہونا" ایک نتیجہ منطقیہ ہے۔ اور نتیجہ منطقیہ کے دو مقدمے ہوتے ہیں:

(۱): ایک وہ ہوتا ہے جس کا فیصلہ کرنا مطلوب ہوتا ہے۔(صغریٰ)

(۲): دوسرا وہ قاعدہ ہوتا ہے جس قاعدے کے ذریعے فیصلہ کرتے ہیں۔(کبریٰ)

اگر وہ قاعدہ بطور قاعدے کے غلط نکل آئے تو پھر نتیجہ ختم ہوگیا اور اگر وہ صغریٰ صغرے کے طور پر جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر نتیجہ گیا۔ اگر دونوں غلط ثابت ہوجائیں تو پھر نتیجہ گیا کہ گیا۔

جنگ میں یزید کا شریک ہونا ثابت نہیں

اب آپ کو "حدیث قسطنطنیہ" کے بارے میں محدثین کے چند اقوال پیش کرتا ہوں:

علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) صاحب فتح الباری شافعیوں کے نزدیک سب سے اعلیٰ محدث ہیں، انھوں نے بخاری شریف کی شرح 14 جلدوں میں لکھی ہے جسے فتح الباری کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان"شہر قیصر" سے "قسطنطنیہ" مراد لیتے ہیں، یہ غلط ہے۔ "قسطنطنیہ" کا لفظ حدیث میں تو نہیں آیا۔ اب دیکھنا ہوگا کہ جن دنوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (قیصر کا شہر) اُن دنوں وہ قیصر رہتا کہاں ہے؟۔ اُن دنوں وہ (قیصر) حمص میں رہتا تھا جو کہ شام میں ہے۔ اس سے مراد ہے کہ جو حمص کے اندر حملہ ہوگا اُس کے اندر جو لوگ ہوں گے وہ بخشے ہوئے ہوں گے۔ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ مذکورہ واقعہ سن 32ھ کے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حملہ ہوا اور وہ علاقہ فتح ہوا۔ (فتح الباری شرح بخاری، علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) کی "عینی شرح بخاری" میں ہے کہ یہ جو مشہور ہے یزید سالار لشکر تھا، لشکر اس کے ماتحت تھا اور پھر یہ آدمی کمانڈ کر رہا تھا۔ اس کا جواب حضرت علامہ بدر الدین عینی دیتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ جو پہلی مرتبہ حملہ ہوا تھا وہ سن 44ھ میں ہوا تھا، یہ جس حملے میں (یزید) شریک ہوا وہ سن 52ھ ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

قلت الاظهران هؤلاء السادات من الصحابة كانوامع سفيان هذاولم يكونوامع يزيدبن معاوية لانه لميكن اهلاان يكون هؤلاء السادات في خدمته۔(عمدہ القاری شرح بخاری جلد ا ص ۱۹۸۔۱۹۹۔طبع دار الفکر)۔

سن 52ھ میں جو حملہ ہوا ہے جس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے اس کا سالار یزید نہیں تھا اس کے سالار حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔علامہ عینی نے کہا یزید اتنا گھٹیا تھا کہ اس کے ماتحت اتنے بزرگ لوگ چل نہیں سکتے تھے۔یعنی یہ سراسر غلط ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اب یہ کہ یزید اس جنگ میں شریک ہوا کہ جس جنگ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔وہ بالاتفاق سن 52ھ والا حملہ (سولہواں حملہ) تھا۔کل سولہ حملے قسطنطنیہ پر ہوئے ہیں ان میں آخری حملہ یہ ہے۔یزید کس طرح شریک ہوا؟

علامہ عینی کہتے ہیں اس سال میں سفیان بن عوف کو سالار لشکر بنایا گیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ تم بھی اس جنگ میں شریک ہو تو یزید ڈھیلا سا پڑ گیا بوجھل سا ہو گیا بیمار بن بیٹھا، اس کے باپ اس سے رک گئے۔اس جنگ کے دوران جتنے مجاہدین تھے ان کو بڑی تکالیف پہنچیں۔یزید کو پتا چلا کہ کئی دنوں تک مجاہدین بھوکے رہیں ہیں، انہیں نہ پانی ملا ہے نہ روٹی ملی ہے۔یزید اس پر کہتا ہے

ما إن أبالي بما لاقت جموعهم

بالفرقدونة من حمى ومن موم

إذا اتكات على الانماط مرتفقا

بدير مران عندى أ م كلثوم

(مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے وہاں لشکروں کوفر قدونہ (ایک جگہ کا نام ہے) میں بھوک بھی اور پیاس بھی پہنچی ہے ان کو بخار بھی ہے ان کو چیچک کی بیماری بھی لگی ہے)۔

یزید کہتا ہے مجھے کیا تکلیف ہے میں قالین پر بڑے مزے سے دیر مران میں ٹیک لگائے بیٹھا ہوں۔ کیونکہ یزید کی ماں ایک عیسائی عورت تھی اس لئے اس نے دیر مران تلاش کر لیا۔ کہتا ہے مجھے اس کی کیا پرواہ ہے دیر مران میں میرے پاس کلثوم موجود ہے۔ کلثوم خواہ یزید کی بیوی تھی یا کوئی آوارہ عورت تھی جو بھی کوئی تھی اس کے پاس تھی۔

اب لڑائی وہاں ہو رہی ہے مجاہدین وہاں بھوک اور پیاس گز ار رہے ہیں یزید یہاں مزے لوٹ رہا ہے۔ تو کیا یزید جنگ میں شریک ہوا ہے؟

حضرت امیر معاویہ کو یزید کے شعروں کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے قسم کھا کر کہا:

فأقسم عليه ليلحقن بسفيان في أرض روم ليصيبه ما أصاب الناس

(اب میں اس یزید کو ضرور بھیجوں گا سفیان بن عوف کے پاس روم کی سرزمین میں تا کہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں لشکروں کو ملا ہے)۔

اب یہ بات تو جھوٹی نکلی کہ یزید سالار لشکر تھا۔ سالار لشکر یزید نہیں تھا بلکہ کوئی اور تھا۔ ایک جھوٹ ہو تو پھر بھی کوئی بات ہے مگر یہاں تو جھوٹ ہی جھوٹ نکلتے جا رہے ہیں۔

جب حضرت امیر معاویہ کے پاس یزید کے شعر پہنچے تو انہوں نے کہا قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تمہیں ارض روم میں جانا ہوگا تا کہ اس کو بھی یہ مصیبت پہنچے جو لوگوں کو مصیبت پہنچی ہے۔

فسار و معه جمع كثير (وہ چل دیا اس کے ساتھ بہت سارے لوگ اور بھی تھے)

اگر حضرت امیر معاویہ نے یزید کو کہیں مار پیٹ کے بھیجا تھا روانہ ہوا پہنچا تو نہیں۔ اب یزید تو وہاں نہیں پہنچا وہ لوگ قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ بہر حال یہ یزید کہاں تھا؟ جس وقت جب مجاہدین پر بھوک اور پیاس کی مشکلات آ رہی تھی حملہ تو انہوں نے کر دیا۔ پہلا حملہ اگر ان کے نزدیک وجہ

استحقاق جنت ہے تو پہلے جو جنتی ہونے والے تھے وہ ہو گئے۔

حالانکہ وہ حدیث قابل احتجاج ہی نہیں۔ کیونکہ امام بخاری سے پہلے جتنی کتب ہیں مثلاً: مصنف عبدالرزاق سے انہوں نے حدیثیں لی ہیں اس میں نہیں ہے۔ مسند احمد بن حنبل سے حدیثیں لی ہیں اس میں یہ نہیں ہے۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ سے امام بخاری نے احادیث لی ہیں اس میں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔ یعنی امام بخاری سے پہلوں نے بھی روایت نہیں کی امام بخاری کے دور کے لوگوں نے بھی روایت نہیں کی اور امام بخاری خود بھی کوئی ایسا بندہ تلاش نہیں کر سکے کہ جو ان لفظوں کے ساتھ اس کو روایت کر سکے۔ اس کا مطلب امام بخاری نے خود اس کا تفرد ثابت کیا ہے۔ جب راوی منفرد ہے اور مخالفت اہل مدینہ کی کرتا ہے، اہل مدینہ کے مقابلے میں اہل شام کی حدیث قابل اعتماد ہی نہیں ہے۔

آپ نے اتنی بات تو سمجھ لی کہ جس حدیث کو حامیان یزید بطور سہارے کے استعمال کرتے ہیں کہ اس میں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے لیکن اس میں تنکے والا سہارا بھی نہیں ہے۔

پہلا مسئلہ کہ "**وہاں جو حملہ آور ہو وہ جنتی ہے**" اس کا مادہ علم حدیث ہے لہٰذا یہ مسئلہ ہم نے حدیث سے Trace کیا۔

اور "**یزید وہاں گیا تھا**" اس کا مادہ تاریخ ہے اسلئے اس کو ہم تاریخ کے ذریعے Trace کریں گے اور پوچھیں گے کہ یزید گیا تھا کہ نہیں؟ پھر بات پتا چلے گی۔

کتب تاریخ کا حوالہ

ابن اثیر کی "کامل" دس جلدوں کی تاریخ کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے:

ذکر غزوة قسطنطنيه في هذه السنة وقيل خمسين امير معاوية جيشا كثيفا إلى بلاد الروم للغزاة وجعل عليهم سفيان بن عوف الأمر ابنه يزيد بالغزاة معهم فتثاقل اعتل فامسک عنه، أبوه، فأصاب الناس في غزاتهم جوع ومرض شديد۔

یہ واقعہ سن 50ھ میں ہوا۔ میں دوسری کتابوں سے پیش کروں گا جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ پہلا حملہ سن 48ھ میں ہوا ہے۔ جس حملے میں یزید شریک ہوا وہ سن 50ھ میں ہے۔

حامیان یزید جس حدیث ''اول جیش یغزون مدینة قیصر مغفور لهم'' کو یزید کے بخشا ہوا ہونے کیلئے پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس لشکر کا سالار یزید تھا۔

لشکریوں کو بخار آیا چیچک کی بیماری بھی ان کو لگی۔ مگر یزید کہتا ہے کہ مجھے اس بات کی کیا پرواہ ہے بیمار ہوں یا مریں میں دیر مران میں ٹیک لگائے ہوئے دوستی کے نغمے الاپ رہا ہوں میری بغل میں اُم کلثوم موجود ہے۔ (تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ۳ ص ۴۵۸، دار صادر بیروت)۔

لاکھ لعنت ہے تیری اس سوچ پر کہ مسلمان مر رہے ہیں اور تو عیاشی منا رہا ہے اور پچھلے تجھے جنت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا چاہتے ہیں!

علامہ عماد الدین ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس وقت اقتدار میں آئے اس وقت اکتالیسواں سن ہجری ہے۔ ہر سال دو جنگیں رومیوں کے ساتھ لڑا کرتے تھے۔ جو آرمی گرمیوں میں لڑتی تھی ان کو صیف کہتے تھے اور جو سردیوں میں آرمی لڑتی ان کو شاتی کہتے تھے۔ ہر سال دو جنگیں لڑا کرتے تھے اس میں یزید کا نام ہرگز نہیں ہے۔ اگر سن 26ھ میں یزید پیدا ہوا ہے۔ حضرت امیر معاویہ کے اقتدار کے زمانے میں یزید زیادہ سے زیادہ 14 برس کا ہے۔ تو پہلا حملہ کب ہوا ہوگا؟

فتح معاویہ قیساریة فی سنة تسع عشر فی دولة عمر بن الخطاب وفتح قبرص خمس وقیل سبع، وقیل ثمان وعشرین فی أیام عثمان۔ (سن 17ھ میں حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں قیساریہ کو فتح کیا سن 25ھ یا 26ھ یا 27ھ یا 28ھ کو دور عثمانی میں قبرص کو فتح کیا۔

وکان عام غزوة المضیق یعنی مضیق القسطنطنیه فی سنة ثنتین وثلاثین فی أیامه وکان هو الأمیر علی الناس عامئذ۔

حضرت عثمان غنی کے دور میں قسطنطنیہ پر سن 32ھ میں پہلا حملہ حضرت امیر معاویہ نے کیا۔ (کتاب البدایہ والنہایہ عماد الدین ابن کثیر دار الکتب العلمیہ بیروت 2005)۔

علامہ ابن کثیر ان کے اپنے گھر کے بزرگ ہیں جو ان کا چمڑا اتار کے لے گئے ہیں۔

یہ تاریخ کا مادہ ہے۔تاریخ کا مادہ ثابت نہیں کرتا کہ اس جنگ میں یزید کا کوئی حصہ تھا۔ چونکہ البدایہ والنہایہ کا مولف اُن کے دھڑے کا آدمی ہے کوشش کرتا ہے کہ بات ثابت ہو جائے۔ کہتا ہے۔(أول جیش یغزو القسطنطینیۃ مغفور لھم)

یزید والے لشکر نے پہلا حملہ کیا ہے۔

وہ پہلے کیا لکھ کے آیا ہے؟ اور اب یہاں کیا لکھ رہا ہے۔

وہ تو جناب امیر معاویہ نے خود حملہ کیا تھا۔ سن 49ھ میں حملہ ہوا ہے۔ جس حملے کے متعلق کہتا ہے کہ اس میں یزید گیا ہے۔ اس حملے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ موجود تھے وہ وہیں شہید ہو گئے تھے ان کا سن انتقال 52ھ ہے اور یہ سب سے آخری حملہ ہے، وہ پہلا ہے ہی نہیں۔ تاریخ کے اعتبار سے نہ آگا نہ پیچھا۔

☆☆☆☆☆
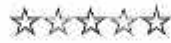
خطاب نمبر ۲:

سرزمین مدینہ شریف کا تقدس اور یزید پلید کا ناپاک کردار

فضائل مدینۃ النبی

☆ حدیث مبارکہ:

عن یحیی بن ابی إسحاق، انه حدث، عن ابی سعید مولی المهری: انه اصابهم بالمدینة جهد و شدة، و انه اتی ابا سعید الخدری، فقال له: إنی کثیر العیال، و قد اصابتنا شدة، فاردت ان انقل عیالی إلی بعض الریف، فقال ابو سعید: لا تفعل الزم المدینة، فإنا خرجنا مع نبی الله صلی الله علیه و سلم، اظن انه قال: حتی قدمنا عسفان، فاقام بها لیالی، فقال الناس: و الله ما نحن ها هنا فی شیء و إن عیالنا لخلوف، ما نامن علیهم، فبلغ ذلک النبی صلی الله علیه و سلم، فقال: " ما هذا الذی بلغنی من

حدیثکم، ما ادری کیف، قال: "والذی احلف به، او والذی نفسی بیده لقد هممت او إن شئتم لا ادری ایتهما قال لآمرن بناقتی ترحل، ثم لا احل لها عقدة حتی اقدم المدینة، وقال: "اللهم إن إبراهیم حرم مکة، فجعلها حرما، وإنی حرمت المدینة حراما ما بین مازمیها، ان لا یهراق فیها دم، ولا یحمل فیها سلاح لقتال، ولا تخبط فیها شجرة إلا لعلف، اللهم بارک لنا فی مدینتنا، اللهم بارک لنا فی صاعنا، اللهم بارک لنا فی مدنا، اللهم بارک لنا فی صاعنا، اللهم بارک لنا فی مدنا، اللهم بارک لنا فی مدینتنا، اللهم اجعل مع البرکة برکتین، والذی نفسی بیده، ما من المدینة شعب ولا نقب، إلا علیه ملکان یحرسانها حتی تقدموا إلیها"، ثم قال للناس: "ارتحلوا"، فارتحلنا، فاقبلنا إلی المدینة، فوالذی نحلف به او یحلف به، الشک من: حماد ما وضعنا رحالنا حین دخلنا المدینة حتی اغار علینا بنو عبد اللہ بن غطفان، وما یهیجهم قبل ذلک شیء (شرح النووی علی المسلم کتاب الحج باب فضل المدینة ودعا النبی فیها بالبرکة وبیان تحریمها وتحریم صیدها)

ترجمہ: (حضرت ابوسعید نے کہا کہ ہم کو مدینہ میں ایک بار محنت اور شامت فاقہ کو پہنچی اور میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں کثیر العیال ہوں اور ہم کو سختی پہنچی ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے عیال کو کسی ارزاں اور سرسبز ملک میں لے جاؤں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ کو نہ چھوڑو اس لیے کہ ہم ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے میں گمان کرتا ہوں انہوں نے کہا یہاں تک کہ عسفان تک پہنچ گئے اور وہاں کئی شب ٹھہرے، سو لوگوں نے کہا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ ہم یہاں بے کار ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہم اپنے عیال پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں اور ہم کو ان کے اوپر اطمینان نہیں (یعنی خوف ہے کہ کوئی دشمن نہ ستائے) اور یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ کیا بات ہے جو مجھ کو پہنچی ہے؟" راوی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا: "قسم ہے اس اللہ کی جس کی میں قسم کھاتا ہوں یا فرمایا: قسم ہے اس پروردگار کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں

ہے البتہ میں نے ارادہ کیا یا فرمایا: اگر چاہو تم۔'' میں نہیں جانتا کہ کیا فرمایا ان دونوں باتوں میں سے۔ فرمایا: ''کہ البتہ حکم کروں میں اپنی اونٹنی کو کہ وہ کسی جائے اور پھر اس کی ایک گرہ بھی نہ کھولوں یہاں تک کہ داخل ہوں میں مدینہ میں۔'' اور فرمایا: ''کہ یا اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ کو حرم ٹھہرایا دو گھاٹیوں یا دو پہاڑوں کے بیچ میں کہ نہ اس میں خون بہایا جائے اور نہ اس میں لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے، نہ اس میں کسی درخت کے پتے جھاڑے جائیں مگر صرف چارے کے لیے (کہ اس سے درخت کا چنداں نقصان نہیں ہوتا) (فرمایا): اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ (یا اللہ! برکت دے ہمارے شہر میں۔ یا اللہ! برکت دے ہماری چوسیری میں، یا اللہ! برکت دے ہمارے سیر میں، یا اللہ! برکت دے ہمارے شہر میں، یا اللہ برکت کے ساتھ دو برکتیں اور دے۔'' اور فرمایا: ''قسم ہے اس پروردگار کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ کوئی گھاٹی اور کوئی ناکہ مدینہ کا ایسا نہیں ہے جس پر دو فرشتے نگہبان نہ ہوں جب تک کہ تم وہاں نہ پہنچو گے۔'' (یعنی جب تک وہ نگہبان رہیں گے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوچ کرو۔'' اور ہم نے کوچ کیا اور مدینہ میں آئے سو ہم قسم کھاتے ہیں اس پروردگار کی جس کی ہمیشہ قسم کھایا کرتے ہیں یا کہا: جس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ غرض حماد کو اس میں شک ہوا غرض جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے ابھی کجاوے اونٹوں پر سے نہیں اتارے تھے کہ بنو عبداللہ بن غطفان نے ہم پر ڈاکہ ڈالا اور اس سے پہلے ان کی ہمت نہ ہوئی (کہ وہاں آ سکیں یہ تصدیق ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی کہ فرشتے وہاں نگہبان ہیں)۔

☆ حدیث مبارکہ:

حدثنا إسماعيل بن عبد الله، قال: حدثني اخي، عن سليمان، عن عبيد الله بن عمر، عن سعيد المقبري، عن ابي هريرة رضي الله عنه، ان النبي صلى الله عليه و سلم، قال: "حرم ما بين لابتي المدينة على لساني"، قال: و اتى النبي صلى الله عليه و سلم بني

حارثة، فقال: اراكم يا بنی حارثة قد خرجتم من الحرم، ثم التفت، فقال: بل انتم فيه ۔ (صحیح البخاری کتاب: مدینہ کے فضائل کا بیان۔ باب: مدینہ کے حرم کا بیان۔ حدیث نمبر 1869)

ترجمہ: (ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے عبیداللہ نے، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں میں جو زمین ہے وہ میری زبان پر حرم ٹھہرائی گئی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا بنو حارثہ! میرا خیال ہے کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو گئے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ نہیں بلکہ تم لوگ حرم کے اندر ہی ہو)۔

☆حدیث مبارکہ:

عن انس رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "المدینة حرم من كذا إلى كذا، لا يقطع شجرها، ولا يحدث فيها حدث من احدث حدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين (صحیح البخاری کتاب: مدینہ کے فضائل کا بیان۔ باب: مدینہ کے حرم کا بیان۔ حدیث نمبر 1867)

ترجمہ: (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے)۔

☆حدیث مبارکہ:

عن السائب بن خلاد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اخاف اهل

المدینة ظلماً اخافه اللّٰہ و علیه لعنة اللّٰہ و الملائکة و الناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منه یوم القیامة صرفاو لاعدلا۔ (مسند احمد بن حنبل)

ترجمہ: (سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اہل مدینہ کوظلم کرتے ہوئے خوف زدہ کیا اللہ تعالی اس کوخوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ کی ،فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالی اس سے قیامت کے دن کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں فرمائے گا)۔

☆ حدیث مبارکہ: وعن عبادة بن الصامت رضی اللّٰہ عنه عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم أنه قال: (اللَّهُمَّ مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَأَخَافَهُمْ فَأَخِفْهُ، وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ) رواه الطبرانی فی الأوسط و الکبیر۔

ترجمہ: (حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اہلِ مدینہ پر ظلم ڈھائے اور ان کو ڈرائے خدا اُس کو ڈرائے اور اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، نہ اس کا کوئی فرض نہ نفل عمل قبول کیا جائے گا)۔

واقعہ حرہ

علامہ ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے البدایہ والنہایہ ج6 ص262 میں لکھا ہے:

و کان سبب وقعة الحرة ان وفدامن اهل المدینة قدموا علی یزید بن معاویة بدمشق۔۔۔ فلمار جعوا ذکروا لاهلیهم عن یزید ما کان یقع منه القبائح فی شربه الخمر و مایتبع ذلک من الفواحش التی من اکبرها ترک الصلوة عن وقتها بسبب السکر فاجتمعوا علی خلعه فخلعوه عند المنبر النبوی فلما بلغه ذلک بعث الیهم سریة یقدمها رجل یقال له مسلم بن عقبة و انما یسمیه السلف مسرف بن عقبة فلما

ورد المدینۃ استباحہا ثلاثۃ ایام فقتل فی غضون ھذہ الایام بشراً کثیراً۔

(واقعہ حرہ کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل مدینہ کا وفد دمشق میں یزید کے پاس گیا، جب وفد واپس ہوا تو اس نے اہلیان مدینہ سے یزید کی شراب نوشی اور دیگر بری عادتوں اور مذموم خصلتوں کا ذکر کیا جن میں سب سے مذموم ترین عادت یہ تھی کہ وہ نشہ کی وجہ سے نماز کو چھوڑ دیتا تھا، اس وجہ سے اہل مدینہ یزید کی بیعت توڑنے پر متفق ہو گئے اور انہوں نے منبر نبوی علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام کے پاس یزید کی اطاعت نہ کرنے کا اعلان کیا، جب یہ بات یزید کو معلوم ہوئی تو اس نے مدینہ طیبہ کی جانب ایک لشکر روانہ کیا جس کا امیر ایک شخص تھا جس کو مسلم بن عقبہ کہا جاتا ہے سلف صالحین نے اس کو مُسرف بن عقبہ کہا ہے جب وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو لشکر کے لئے تین دن تک اہل مدینہ کے جان و مال سب کچھ مباح قرار دیا چنانچہ اس نے ان تین روز کے دوران سینکڑوں حضرات کو شہید کروایا)۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) کی ''دلائل النبوۃ'' میں روایت ہے:

عن مغیرۃ قال انھب مسرف بن عقبۃ المدینۃ ثلاثۃ ایام فزعم المغیرۃ انہ افتض فیھا الف عذراء۔

(حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مسرف بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں تین دن تک لوٹ مار کی اور ایک ہزار مقدس و پاکباز ان بیاہی دخترانِ اسلام کی عصمت دری کی گئی)۔ العیاذ باللہ!

''تاریخ الخلفاء'' مصنفہ امام جلال الدین سیوطی، ابن اثیر کی ''کامل'' اور عماد الدین ابن کثیر کی ''البدایہ والنہایہ'' ان سب کتابوں میں یزید پلید کے بارے میں لکھا ہے کہ اُس بدباطن نے حرم مدینہ شریف پر حملہ کرنے کے لیے ناپاکوں کا کثیر لشکر بھیجا۔ اُس نے لشکریوں سے کہا کہ مدینہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حامیوں پر حملہ کرتے وقت تین دن کے لیے تمہیں آزادی ہوگی جو مرضی ہے وہاں کرو اور کھلے بندوں وہاں کی حرمت کو پامال کرو۔ یزید کی دی ہوئی آزادی سے اُن ظالموں نے حرمت مدینہ کو تہس نہس کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

مدینہ طیبہ کی ہزار کنواری بیٹیوں کی اُن بدمعاشوں نے عصمت دری کی جس کے نتیجے میں نو ماہ بعد ایک ہزار حرام بچے پیدا ہوئے۔ تین دِن مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے گئے۔ جنگلی جانوروں نے منبر رسول پر گندگی پھیلائی۔

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کی:

عن سعید بن المسیب قال لقد رأیتنی لیالی الحزۃ و ما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غیری و ما یاتی وقت الصلٰوۃ الا و سمعت الاذان من القبر۔

(سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا اس وقت کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا، مگر قبر انور سے میں اذان کی آواز سنتا تھا)۔

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ اُس وقت مدینہ شریف میں موجود تھے وہ ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں کہ ظلم و بربریت کے اس قدر طوفان اُٹھے کہ رات اور دن کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ نہ کسی نے سورج دیکھا اور نہ چاند دیکھا۔ میں مسجد نبوی میں جاتا تھا تو سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر سے اذان کی اور پھر اقامت کی آواز آتی تھی۔ میں اذان اور اقامت سن کر پانچوں وقت کی نماز پڑھتا تھا۔

جس وقت بعض لوگ یزید کو "صرف فاسق و فاجر" کہتے ہیں، پتا نہیں اُن کو یزید سے کیا ہمدردی ہے فسق و فجور تو ایک گنہگار مسلمان کے لیے استعمال ہوتا ہے، کافر کے لیے تو استعمال نہیں ہوتا۔!!!۔

علم عقیدہ میں پڑھائی جانے والی درس نظامی میں پڑھائی جانے والی مشہور کتاب "شرح عقائد نسفی" میں علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے ص 117 پر لکھا ہے کہ:

و بعضهم اطلق اللعن علیه لما انه کفر حین امر بقتل الحسین و اتفقوا علی

جوازاللعن علی من قتله اوا مربه اواجازبه ورضی به،والحق ان رضایزید بقتل الحسین واستبشاره بذلک واهانة اهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم مماتواتر معناه وان کان تفاصیله احاداً فنحن لانتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه۔

ترجمہ: (بعض ائمہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کوشہید کرنے کا حکم دینے کی وجہ سے مرتکب کفر قرار دیکر یزید پرلعنت کو جائز رکھا ہے،علماء امت اس شخص پرلعنت کرنے کے بالاتفاق قائل ہیں جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کوشہید کیا یا شہید کرنے کا حکم دیا یا اسے جائز سمجھا اوراس پرخوش ہوا،حق یہی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزید کا راضی ہونا اس سے خوش ہونا اوراہل بیت کرام کی توہین کرناان روایت سے ثابت ہے جومعنوی طور پرمتواتر کے درجہ میں ہیں اگرچہ اسکی تفصیلات خبرواحد سے ثابت ہیں چنانچہ ہم یزید کے بارے میں توقف نہیں کرسکتے بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گےاس پراوراسکے اعوان ومدگاروں پر اللہ کی لعنت ہو)۔

یعنی جوشخص امام جنت مقام حسین علیہ السلام کے قتل (شہادت) میں شریک ہوا وہ کافر،جس نے قتل کیا وہ کافر،جس نے قتل میں مدد کی وہ کافر،جواس پر راضی ہوا وہ کافر ہے،جس نے اس کے لیے خرچہ کیا،بندے بھیجے ملازم بھرتی کیے،اب اس کوصرف''فاسق وفاجر'' کہنا یہ کون سا انصاف ہے؟۔

أ ترجو أمة قتلت حسینا

شفاعة جده یوم الحساب

(کیاامام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اُن کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پائیں گے؟)۔(الصواعق المحرقہ۔ص ۱۹۴)

یزید نےتو اسلام کی کسی قدرکو پامال کیے بغیرنہیں چھوڑا۔

شرح عقائد کی عبارت ہے:

الاستحلال المعصیة صغیرة او کبیرة کفرا۔

(کسی حرام چیز کو حلال سمجھنے سے بندہ کافر ہوجاتا ہے)۔

آگے علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ یہ تو متواترات اُمت میں سے ہے کہ یہ سب کام یزید نے کیے ہیں اور جواس کے ساتھ شرکاء ہیں انہوں نے یہ کام کیے ہیں اور وہ اس کام پر خوش ہوئے ہیں اور بعد میں انھوں نے رنگ رلیاں منائی ہیں، ان کے کفر میں تو کوئی شک نہیں ان کو صرف فاسق وفاجر کہنا تو بڑی ناانصافی کی بات ہے۔

وقتی نماز کسی فاسق وفاجر کے پیچھے بھی ہوسکتی ہے،لیکن اس کو آپ مستقل امام نہیں رکھ سکتے ۔اگر کسی کے عمل میں کوئی فسق وفجور ہوتو آپ اس کے پیچھے وقتی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔اگر وہ فسق فی العقیدہ ہوتو پھر اس کے پیچھے نماز حرام ہے جیسا کہ مرزائی وقادیانی فسق فی العقیدہ کافر ہیں،اس لیے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

کعبۃ اللہ اور مدینۃ النبی کی بے حرمتی کرنے والے اور اس کو جائز سمجھنے والے کیلئے کیا حکم ہوگا؟۔کیونکہ مقامات مقدسہ کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور محرمات شرعیہ میں سے ہے۔

لہٰذا ''الاستحلال بالمعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفرا کا ضابطہ یزید پر بھی صادق آتا ہے۔مدینہ کو مباح قرار دینا۔جس وقت اس نے مدینہ طیبہ کیلئے لفظ''مباح'' استعمال کیا تو وہ کافر ہوگیا۔اور مدینہ طیبہ کو اگر آج بھی کوئی مباح قرار دے تو کافر ہوجائے گا۔

{وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً}(آل عمران:۹۷)

اس آیت کی روشنی میں مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک آدمی اگر قتل کر کے حرم کعبہ میں داخل ہوجاتا ہے تو آپ اس کو نہ گرفتار کر سکتے ہیں نہ مار سکتے ہیں نہ سزا دے سکتے ہیں۔

اگر وہ اندر قتل کردے تو پھر آپ اس کو گرفتار کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گرفتار کر سکتے ہیں اس کی وجہ؟

فرمایا اگر باہر قتل کر کے گیا ہے تو اس کو اندر گرفتار نہیں کر سکتے ۔لیکن اگر اس نے اندر ہی

قتل کیا ہے تو اس کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں جو آدمی باہر سے کسی کو قتل کر کے گیا ہے وہ قتل کو قتل سمجھتا ہے اور حرم کو حرم سمجھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اس جگہ کا تقدس ہی اتنا ہے اس کی موجودگی میں میرے گناہ ہضم ہو سکتے ہیں اور کوئی مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا لیکن جس شخص نے اندر قتل کیا ہے اس نے حرم کعبہ کے تقدس کو پامال کیا ہے اس لیے وہ کافر ہے۔

حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں ایک جملہ یاد آتا ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بتائیں یزید کافر ہے کہ نہیں؟۔

علامہ ہزاروی فرماتے ہیں کہ یزید اگر کافر نہیں ہے تو ابوجہل بھی کافر نہیں تھا۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ابوجہل نے جتنے دکھ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیئے ہیں وہ جسم اطہر مصطفی پر دیئے ہیں لیکن جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے قلب اطہر پر ضرب ماری ہے وہ یزید ہے۔ تو اگر جسم اطہر پر چوٹے مارنے والا کافر ہے تو دل پر چوٹیں مارنے والا کس طرح مومن ہو سکتا ہے؟۔

خطاب نمبر ۳:

کفر یزید

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یزید کے کفر کی بنیاد کیا ہے؟

یزید کے کفر کی بنیاد صرف واقعہ کربلا نہیں ہے بلکہ اس کے کفر کی بنیادیں کئی ہیں لیکن یہ واقعہ کربلا کا عنصر اس میں نمایاں ہے۔ جس میں تاویل کی گنجائش نہیں اس کی وجہ سے اُسے کافر کہا گیا ہے۔ جس آیت کا ذکر کرنے لگا ہوں اس آیت میں یزید کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ اس کے ساتھیوں کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (الحجرات:۲)

(اے ایمان والو! تم نبی کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا مت کرو)۔

کیا اس سے موسم پر کوئی اثر پڑے گا؟ کہا نہیں۔ کیا اس سے ملک کی مہنگائی پر کوئی اثر پڑے گا؟ نہیں پڑے گا۔ کیا ملک کی سیاسیات پر کوئی اثر پڑے گا؟ سیاسیات پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تو اگر اُن کی آواز سے اپنی آواز اونچی کر دو تو کس چیز پر اثر پڑے گا؟

فرمایا جو سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے وہ تمہارا ایمان ہے۔ سیاست مل جائے یا رہ جائے تو بڑی بات نہیں اگر ایمان رہ جائے تو بات بن گئی ہے۔ Inflation گھٹ جائے یا بڑھ جائے ایمان سلامت رہ جائے بات بن گئی ہے۔

تو پھر کس بات کی تمھیں حفاظت کرنا ہوگی؟ فرمایا تمھیں پہلے اپنے ایمان کی حفاظت کرنا ہوگی۔ باقی باتیں بنتی ہیں تو بنیں نہیں بنتیں تو نہ بنیں لیکن تمھیں سب سے پہلے اپنے ایمان کی حفاظت کرنا ہوگی۔

اس کو ایمان کی حفاظت میں کیا دخل ہے کہ اپنی آواز کو اونچا مت کرو۔ فرمایا یہ ہماری محبت کے تقاضوں سے پوچھو، میرے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز پر کسی کی آواز اگر اونچی ہو تو اس کے ایمان پر لکیر کھینچ دینا میرے قانون قدرت کے عین مناسب ہے۔ اور میں اس آدمی کی آواز کو آواز نہیں کہنا چاہتا اس کے ایمان کو ایمان نہیں کہنا چاہتا اس کے عمل کو عمل نہیں

کہنا چاہتا۔ کس بات سے؟:

{أَن تَحبَطَ أَعمَالُكُم وَأَنتُم لَا تَشعُرُونَ}

(کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں معلوم ہی نہ ہو)۔

یہ جملہ فرما کر قرآن مجید نے اپنے مضمون کی انتہا کر دی ہے، کہا تمہیں پتا تک نہ ہو۔ اس کا مطلب لاکھوں ایسے بے ایمان ہوں گے لیکن انھیں پتا ہی نہیں ہوگا کہ وہ بے ایمان ہیں۔ پگڑی دستار اسی طرح ہے ٹھیک ہے کرتہ لمبا اسی طرح پہنا ہوا ہے ٹھیک ہے کرایہ کے بندے ساتھ ہاتھ چومنے والے ہیں ٹھیک ہے لیکن {أَن تَحبَطَ أَعمَالُكُم وَأَنتُم لَا تَشعُرُونَ}

(کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں معلوم ہی نہ ہو)۔

اب جس وقت کوئی کہتا ہے کہ اس سے کیا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا کچھ بگڑتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اگر کسی کی جیب کٹ جائے تو وہ تو نظر آنے والی چیز ہے اور اگر کسی کی پگڑی اتر جائے تو وہ تو نظر آنے والی چیز ہے۔ {أَن تَحبَطَ أَعمَالُكُم} ۔ ضائع ہوا ہے ایمان۔

حبط اعمال سے میں کس طرح استدلال کرتا ہوں کہ ایمان ضائع ہو گیا ہے۔ یہاں اعمال کا ذکر ہے ایمان کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ دراصل لفظوں میں تو ہے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے لیکن تقاضوں میں ہے کہ تمہارا ایمان ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ جب تک ایمان ضائع نہ ہوا اعمال ضائع نہیں ہوتے۔ ضائع اعمال کے لیے پہلے ضائع ایمان ضروری ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کے آداب ہیں۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارک آزردہ ہوئی ہے۔ ممکن ہے طبیعت مبارک آزردہ ہوئی اور ممکن ہے آزردہ نہ بھی ہوئی ہو پھر کم درجے کا گناہ ہوا۔ جب ایسا کام ہو کہ محفل کے آداب کے بھی خلاف ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل مبارک بھی زخمی ہو گیا ہو، تو میں پوچھتا ہوں کہ اس سے

دومرتبہ ایمان ضائع ہوگا کہ نہیں؟

کوئی بھی نماز کے اندر مداخلت کا حق نہیں رکھتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی حالت میں کسی کی بات کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ ایسی حالت میں امام حسین رضی اللہ عنہ آجائیں اور سوار ہوجائیں تو اس وقت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو مداخلت کا حق نہیں اور کسی کو کیا حق ہوگا؟

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''**الصواعق المحرقہ**'' میں لکھتے ہیں کہ شیر خوارگی کے زمانے میں حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں جب رکھتے ہیں تو وہ رسول اللہ علیہ الصوۃ والسلام کی ریش مبارک پکڑ لیتے ہیں۔ (اولاد والے جانتے ہیں کہ جب بچے ریش کو پکڑ لیں تو ان کی گرفت بڑی مضبوط ہوتی ہے)۔ تو اس وقت سیدہ فاطمہ دوڑ کر آتی ہیں کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح کھولیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک آزاد ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمہ ایسا مت کرو حسین کے ہاتھ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ واہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ریش مبارک کو تکلیف ہورہی ہے تو آپ قبول کر رہے ہیں حسین کے ہاتھ کو تکلیف پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول نہیں کرتے۔ اسی حسین کی لاش مبارک پر گھوڑے دوڑانے والا وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے!!!۔

اذیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام ہے

اذیت رسول علیہ الصلوۃ والسلام حرام ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا:

{إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا}۔ (الاحزاب: ۵۷)

(بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے)۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عن المسور بن مخرمة رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ''فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی''۔ (صحیح البخاری، کتاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے اصحاب کی فضیلت باب: فاطمہ علیہا السلام کے فضائل کا بیان)۔(مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا'')۔

اور دوسرے مقام پر حدیث شریف میں ہے:

و من آذانی فقد آذی اللّٰہ (جامع ترمذی ۳۵۳۸)۔

(اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی)

کیا اذیت رسول علیہ الصلوۃ والسلام از قسم کفریات ہے کہ نہیں؟

اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید ''فاسق وفاجر'' تھا۔ تو سمجھنا چاہیے کہ فاسق وفاجر کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ قرآن مجید میں فاسق ''کافر'' کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ}۔(التوبہ:۸۴)۔

(اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے)

اے میرے محبوب اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر کی زیارت کے لیے مت جائیں کیونکہ {مَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ}۔(انھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور حالت فسق ہی میں مر گئے)۔

اب بتاؤ کہ کیا ''حالت فسق'' صرف نچلے درجے کی کلاس ہوتی ہے؟۔ فاسقوں کی کئی کلاسز ہیں ان میں ایک کلاس ''کفریات'' کی بھی ہے۔

مگر یہ سمجھنا کہ ''فاسق'' کہنے سے یزید کو کوئی رعایت مل گئی؟۔

اس بارے میں محققین کی تحقیقات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

تحقیق کی دنیا میں عقائد کی مشہور کتاب "شرح العقائد النسفیة" ہے جو سنی بھی پڑھتے ہیں اور دیگر مکاتب فکر بھی پڑھتے ہیں۔ اس کتاب کا متن امام ابوحفص عمر نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۵۳ھ) کا تحریر کردہ ہے جبکہ شرح علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۵ھ) کے قلم کا شاہکار ہے۔ یہ کتاب کئی صدیوں سے عرب و عجم کے دینی اداروں میں داخل نصاب یا معاون نصاب کے طور پر مقبول چلی آ رہی ہے۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زماں ہیں، یہ خود حنفی نہیں شافعی اشعری ہیں۔ اور یہ کتاب حنفیہ ماتریدیہ کی ہے لیکن ان کو یہ کتاب اتنی پسند آئی ہے کہ انہوں نے چاہا کہ میں اس کتاب کی شرح لکھ کر اسلام کی خدمت کر دوں۔

صحابہ کرام کو اذیت دینا رسول اللہ کو اذیت دینا ہے

"شرح عقائد نسفی" کا ص 161 ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذیت پہنچانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی، اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللّٰہ، ومن آذی اللّٰہ فیوشک ان یاخذہ"۔ (جامع ترمذی ابواب المناقب)۔

ترجمہ: (اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اور میرے بعد انہیں ہدف ملامت نہ بنانا، جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انہیں ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ وہ

اسے اپنی گرفت میں لے لے'' (ترمذی شریف کتاب اور باب فضائل ومناقب)۔

''فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم''۔

جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔

اس لیے اہل سنت ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بڑے سے بڑے صحابی سے لیکر کے چھوٹے سے چھوٹے صحابی تک اس کے دل میں کوئی نفرت اور حقارت کی سوچ نہ ہو۔اس لئے کسی بھی صحابی جس کا ایمان پر مرنا ثابت ہے اس کی شان میں گستاخی کی اجازت اہل سنت کے ہاں نہیں ہے۔ کیوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم''۔

جو ان سے پیار کرتا ہے وہ میری وجہ سے ان سے پیار کرتا ہے جو ان سے بغض رکھتا ہے میرے ساتھ اس کو بغض ہے اس لیے ان کے ساتھ وہ بغض کرتا ہے۔

اور فرمایا:''ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللّٰہ، ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ''۔جس شخص نے میرے صحابہ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے میرے اللہ کو اذیت پہنچائی اور قریب ہے کہ ان کو پکڑ لے گا کہ جو اللہ تعالی کو اذیت پہنچانے والے ہیں۔

اس کے بعد صاحب شرح عقائد نے حضرات ابوبکر صدیق،عمر فاروق،عثمان غنی،علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے مناقب بیان کئے اور لکھا:

فی مناقب کل من ابی بکر وعمر عثمان وعلی والحسن والحسین وغیرھم من اکابر الصحابہ۔اکابر صحابہ میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا کہ وہ اکابر

صحابہ میں ہیں۔اب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی عمر سات برس ہے اور امام حسین علیہ السلام کی عمر چھ برس ہے تو وہ اکابر صحابہ میں کیسے شمار ہوئے؟۔فرمایا اکابر عمر کے اعتبار سے نہیں درجہ کے اعتبار سے ہیں کہ بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام میں ان کا درجہ کیا ہے۔

صحابی کی تفسیر میں یہ بات یادگاری ہے کہ صحابی ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ عمر رسیدہ ہو کیوں کہ صحابی اسے کہتے ہیں کہ: من رای النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم مومنا بہ سواء کان بہ بلوغ ام لا (جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھا (اور اسی میں فوت ہوا) اور خواہ وہ بالغ تھا یا نابالغ تھا دونوں صورتوں میں وہ صحابی ہے)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: وماوقع بینھم من المنازعات والمحاربات فلہ محامل وتاویلات فسبھم والطعن فیھم ان کان ممایخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر

صحابہ کرام کے درمیان جتنے بھی جھگڑے ہوئے ہیں ان کو موضوع گفتگو بنا کر ان کو گالی گلوچ یا طعن کرنے والا اگر کسی ایسی بات کو بنیاد بناتا ہے جو ادلہ قطعیہ کے خلاف ہے تو وہ کافر ہوگا۔نہیں تو وہ مبتدع او فاسق یا وہ بدعتی کہلائے گا یا وہ فاسق کہلائے گا۔

یعنی صحابہ کو برا بھلا کہنا کسی معافی کے قابل نہیں ہے۔لیکن ہر بے ادبی کفر تک پہنچانے والی نہیں ہے۔جیسا کہ: کقذف عائشۃ حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر کوئی طعن کرے کہ معاذ اللہ جنہوں نے یہ تہمت دی وہ سچائی تھی، وہ کافر ہے۔اس لیے کہ قرآن کریم میں سورنور کے اندر ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے کہ سیدہ پاک دامن ہیں طیبہ اور طاہرہ ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر صحابی کی ہر بے ادبی گناہ ہے بدعت اور فسق ہے۔مگر کوئی ایسی بے ادبی جس کا تقاضا ادلیہ قطعیہ سے ثابت نہ ہو وہ کفر نہیں کہلائے گی وہ بدعت اور فسق کہلائے گی۔آپ لوگ ہر بدعقیدہ کو کافر نہیں کہہ سکتے آپ کو دیکھنا پڑے گا کہ اگر اس کا عقیدہ ادلہ قطعیہ شریعہ کے خلاف ہے تو اس وقت وہ کافر ہوگا کیونکہ وہ نصوص قطعیہ کا مخالف ہے۔اگر اس سے

نیچے درجے کا کوئی گناہ ہے تو وہ مبتدع یا فاسق ہوگا مگر اس کو آپ کافر نہیں کہہ سکتے۔

صاحب شرح عقائد نسفیہ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے:

لاینبغی اللعن علیه ولا علی الحجاج لان النبی علیه السلام نهی عن لعن المصلین ومن کان من اهل القبلة ومانقل من لعن النبی علیه السلام لبعض من اهل القبلة فلما انه یعلم من احوال الناس مالایعلمه غیره۔

اس جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ ان کو سابقہ لوگوں میں سے کچھ نے برا بھلا کہا ہے لیکن اہل علم کی تحقیق ہے کہ ان کے بارے میں کوئی بھی ہلکی بات کہنے کی اہل سنت کے ہاں اجازت نہیں ہے۔

کفر یزید کا ثبوت

اس سے آگے بات چلاتے ہوئے یزید پر گفتگو کرتے ہیں اور ہمارا موضوع بھی "کفر یزید" ہے۔ یزید کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وبعضهم اطلق اللعن علیه لما انه کفر حین امر بقتل الحسین۔

(یزید کے بارے میں ایک طبقہ اہل علم نے کہا ہے کہ اس پر لعنت درست ہے کیونکہ اس وقت یزید کافر ہوگیا جس وقت اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا)۔

ایک طبقہ کہتا ہے کہ اس نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس نے حکم دیا ہے۔ اب ایک طرف علامہ تفتازانی ہوں اور دوسری طرف کوئی اور مولوی صاحب ہوں تو اس کی کیا قیمت بنے گی؟۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتله او امر به او اجازه ورضی به

(اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ جس آدمی نے امام حسین کو قتل (شہید) کیا اور جس

نے حکم دیا اور جس نے جائز سمجھا یا جو قتل حسین سے راضی ہوا سب پر لعنت)
اور لعنت سوائے کافر کے نام لے کر کسی کو لعنت بھیجنا درست نہیں، یہ کافر کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہاں کبریٰ بیان کرتے ہیں کہ جس آدمی نے امام حسین کو شہید کیا وہ کافر ہے۔

اب آپ تلاش کریں کہ کس کس نے شہید کیا۔ شمر ذالجوشن ہے خولی بن یزید ہے سنان بن انس نخعی ہے۔ یہ براہ راست Involve ہوئے اور اعانت مجرمانہ Criminel Abrdment میں وہ تمام آرمی جو قتل (شہادت امام حسین) کے لیے بھاگ دوڑ کرتی رہی۔ تو جو اعانت کسی فعل بد کے لیے ہو، وہ اس فعل بد میں شریک مانی جاتی ہے۔

علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ جس نے قتل کیا وہ بھی لعنتی ہے، جس نے اس کا حکم دیا وہ بھی لعنتی ہے، اور جس نے بعد میں سن کر اس کو جائز قرار دیا وہ بھی لعنتی ہے، جو بعد میں سن کر اس پر راضی ہو گیا وہ بھی لعنتی ہے۔

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذلک و اھانۃ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ۔ (شرح العقائد النسفیۃ علامہ تفتازانی ص ۱۶۱۔ ۱۶۲ مکتبہ خیر کثیر آرام باغ کراچی)۔

(یہ بات شک سے بالاتر ہے کہ یزید امام حسین کے قتل سے راضی ہوا خوش ہوا اور اس نے خوشی منائی اور اہل بیت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی ہتک اور اہانت پر وہ خوش ہوا۔ یہ ان متواترات میں سے ہے جن پر دنیا میں کوئی منکر گزرا ہی نہیں ہے)۔

حدیث کی کسی بھی فرد کا منکر مبتدع مانا جاتا ہے، گنہگار اور فاسق مانا جاتا ہے کافر نہیں مانا جاتا۔ حدیث کے ہر فرد کا منکر کافر نہیں ہوتا، حدیث متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں جس طرح حدیث متواتر کا معنی مضبوط ہے اسی طرح امام حسین کے قتل کا حکم دینا اس پر راضی ہونا خوشی منانا اور جنھوں نے قتل کیا ان پر انعام کرنا یہ ان متواترات میں سے ہے جس کا اسلام میں کوئی منکر گزرا ہی نہیں ہے۔ جس کسی نے اگر انکار کیا ہے تو اس نے اپنی کسی سیاسی سوچ کی وجہ سے کیا ہے۔ کسی کی جیب گرم ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے کسی کے سیاسی دباؤ

کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اگر اس کا ضمیر آزاد ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔

ثابت ہوا کہ یزید نے قتل کروایا ہے اس پر وہ خوش ہوا ہے اور قتل کرنے والوں کو انعام دیا ہے، یہ ان متواترات میں سے ہے کہ جس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا۔

☆☆☆☆☆

خطاب نمبر ۴:

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار یزید پلید

غور طلب امر یہ ہے کہ جو امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے وہ اس رخ سے قابل بحث ہے کہ کیا وہ ایک شخص کا قتل ہے، ایک عام مسلمان کا قتل ہے، ایک صحابی کا قتل ہے، ایک سید کا قتل ہے، دوش رسول کے شہسوار کا قتل ہے؟ جتنا اس کے اندر Intensity بڑھتی جائے گی توں توں حکم میں شدت پیدا ہوتی جائے گی۔ مثال کے طور پر دنیا میں انسانوں نے کتنی اونٹنیاں ماریں ہوں گی لیکن کسی اونٹنی کے مارنے پر کسی قوم پر عذاب آیا ہے؟

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ:

{فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا} (الشمس: ۱۴)

(تو انہوں نے اسے جھلایا پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی)۔ فعقروھا جمع کا صیغہ ہے۔

اب میں یزید کی پوری آرمی کو شامل کیوں کر رہا ہوں کہ ایک کیس میں ایک آدمی (یزید) دمشق میں بیٹھا ہوا ہے اور واقعہ کربلا (عراق) میں ہو رہا ہے۔ میں اس کیس میں اس کو چالان کر رہا ہوں اور اس کی آرمی میں سے تین آدمیوں کے نام لیے، اس میں باقیوں کو بھی

چالان کیوں کر رہا ہوں؟

قرآن کی رولنگ پیش کر رہا ہوں کہ جناب حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کرنے والے کا نام قیدار بن سالف ہے، جس نے اس اونٹنی کو شہید کیا ہے۔ اس کا حلیہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا قد ناٹا، سر موٹا، گردن باریک اور چھوٹی، اس کا رنگ کالا تھا اور اس کی آنکھیں بلی۔ (تفسیر نسفی۔ امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی (م ۷۱۰ھ)، ج ۲ ص ۱۱۸، وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی پشاور)۔

یہ شمر کا بھی حلیہ ہے۔ کالے رنگ میں بلی آنکھیں بڑی خوفناک چیز ہے۔ اب قتل کرنے میں قدار یا قیدار بن سالف اکیلا ہے اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو کیوں چالان کیا؟۔

حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا کے بیٹے کا ایک کیس ہے میں اس کی Advocacy کر رہا ہوں اور ان کے مخالف دھڑے کا جو بندہ ہے اس کے خلاف Charges کو میں Prove کرنا چاہتا ہوں۔ سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کی روح مبارک راضی ہو جائے کہ میرے بیٹے کا کوئی دنیا میں وکیل ہے اس کے دھڑے کی کوئی بات کرنے والا ہے۔ کربلاء میں جو یزید کی طرف سے شرکائے جنگ تھے ان کو چالان کر رہا ہوں جنہوں نے امام حسین کے خلاف قتل کی غرض سے تلواریں اٹھائیں تھیں۔

میں کہتا ہوں کہ جو ان تین آدمیوں (شمر ذی الجوشن، خولی بن یزید، سنان بن انس نخعی) کی سزا ہے وہی باقیوں کی سزا ہے جو ان کا حکم ہے وہی باقیوں کا حکم ہے۔ کیوں کہہ رہا ہوں؟ قیدار بن سالف کی رولنگ پیش کر رہا ہوں۔

قرآن کریم میں ہے: **فعقروھا**۔ مارنے والا ایک ہے لیکن قرآن میں ہے کہ ان سبھی نے وہ اونٹنی ماری۔ کیونکہ وہ سبھی ذہنی طور پر خوش تھے۔ اُن سب نے کہا کہ جاؤ تم اور جا کر اونٹنی کو مار ڈالو ہم سب تمہاری دیکھ بھال کریں گے۔

معلوم ہوا جس جرم کے ارتکاب میں قوم کھڑی دیکھ رہی ہے وہ روکنے کی پابند ہے لیکن وہ روکتی نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے وہ سب اس جرم میں شریک ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

"من رأه منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وهذا أضعف الإيمان"۔ (تم میں سے جب کوئی بدی دیکھے تو چاہئے کہ اس کو ہاتھ سے روکے اگر وہ اس کو ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو وہ اسے زبان سے تو اسے برا کہے اور اگر زبان سے بھی نہیں روک سکتا تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے)۔

یزید کے ساتھ اگر لڑ نہیں سکتا تو اس پر لعنت ہی بھیج دے۔

حضرت امام حسین کا قتل ہوا ہے اس لیے تمہیں سستا نظر آ رہا ہے یہ حضرت خاتون جنت سے پوچھو کہ اے سیدہ خاتون جنت یہ تمہارے بیٹے کی گردن اڑ رہی ہے بتائے آپ کی کیا رائے ہے؟۔جس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کے ہاتھ کو پکڑ کر پرے کر دیا کہ میرے حسین کی انگلی کھینچو گی تو زخمی ہوگی میری ریش کو درد ہوتے دو میں جانوں اور حسین جانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر اپنی زبان مبارک نکال کر امام حسین کے منہ میں ڈالی بچے کی عادت ہے کہ سرخ چیز کو دیکھ کر اس کو پکڑتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوں ہی زبان مبارک نکالی امام حسین نے ریش مبارک چھوڑ کر زبان اقدس کو پکڑنے کی ٹرائی کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو امام حسین کی انگلی کو چوٹ نہ پہنچنے دیں۔او منکرو تم نے کس کا کلمہ پڑھا ہوا ہے!!!

قرآن کریم فرماتا ہے:

{فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا} (الشمس: ۱۴)

(تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی)

اللہ کریم نے صرف ایک اس قیدار بن سالف کو سزا نہیں دی بلکہ حضرت صالح علیہ

السلام کی ساری قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، اس کو Criminal Abetment (اعانت مجرمانہ) کہتے ہیں۔یعنی ساری قوم بھی اس جرم میں شریک قرار دی گئی۔

قرآن کریم کے ایک اور مقام سے رولنگ پیش کرتا ہوں، ارشاد باری تعالی ہے:

{لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ} (المائدہ:۷۸)۔(بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہوئے ان پر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے)۔

قوم بنی اسرائیل پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی، یعنی ان دونوں کی کتابوں میں ان پر لعنت نازل کی گئی۔اب کیا سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی نے معاذ اللہ غیر تہذیبی قسم کا کام کیا ہے۔

تمہیں یزید کا بڑا صرفہ ہے۔رب نے بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ مچھلیاں مت پکڑو۔ مچھلیاں کوئی اتنی عزت والیاں تو نہیں تھیں مگر کربلاء کے شہداء تو عزت والے لوگ تھے۔جن کا ادب شرع میں ضروری تھا، جن کی تعظیم شرع میں واجب تھی اور کتاب اللہ نے ان کی محبت کو واجب قرار دیا ہے اور پانچوں نمازوں میں ان کا ذکر محبت کی بڑی علامت ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک نماز کی حقیقت کیا ہے؟۔فرمایا اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کا ذکر ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد کا ذکر ہے۔

اللھم صلی علی محمد۔آپ کی ذات مبارک ہے

وعلی آل محمد۔یہ آپ کی اولاد کا ذکر ہے

کما صلیت علی ابراھیم۔یہ آپ کے جد امجد کا ذکر ہے

آپ لوگوں کو حیرت ہوتی ہوگی کہ یہ ذکر کیوں آیا ہے؟ کیا پہلے بھی کسی نبی کی امت پر اس نبی کی اولاد کا ذکر ان کی عبادات میں تھا؟۔میری اطلاعات کے مطابق ہرگز نہیں تھا۔جب

پہلی اُمتوں کی نمازیں درودوں کے بغیر ہوتی رہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اولادِ رسول کے ذکر کے بغیر نماز کیوں نہیں ہوتی؟

اس کا مطلب ان کی محبت کی یادگاروں کو زندہ رکھنے کے لیے پانچوں نمازوں میں ان کا ذکر دہرایا جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أَدِّبُوا أولادَكم على ثلاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نبيِّكم، وحُبِّ أهلِ بيتِه، وقرأةِ القرآن۔ (الجامع الصغیر للسیوطی ص ۳۱۱)

اپنی اولادوں کی تربیت تین آداب سے شروع کیا کرو:

۱: ایک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت۔

۲: دوسرا تعظیم اہل بیت سے۔

۳: تیسرا تلاوت قرآن کریم سے۔

ان میں دو باتیں اس وقت میرے مضمون کے متعلق ہیں۔

کیونکہ جاتے وقت قرآن جن کو دیا تھا قرآن ان سے سیکھنا تھا۔ اب جن سے قرآن سیکھنا ہے ان کی عزت سکھلاؤ۔ قرآن ان کے پاس ہوگا قرآن کے لیے بھی مرکز یہی ہیں اور پڑھنے کے لیے بھی مرکز یہی ہیں، ہر دو طریقے سے فیضان ان سے ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تکمیل الایمان'' میں لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں جو ترتیب مراتب ہیں ان کی اولاد میں بھی کیا اسی طرح ہیں؟۔ فرمایا صحابہ کرام میں جو فضیلت کی ترتیب تھی ان کی اولاد میں بھی اسی طرح تھی سوائے اولاد سیدہ فاطمہ کے۔

اگر وہ فیضان قیامت تک جاری رہے گا تو وہ سیدہ فاطمہ کی اولاد میں جاری رہے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: عن علي قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ''المهدی

منا اهل البيت یصلحه اللہ فی لیلة". (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن کتاب: فتنوں سے متعلق احکام ومسائل باب: مہدی علیہ السلام کے ظہور کا بیان)۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کو صالح بنادے گا'')۔

قیامت کے قریب چل کر کے جو پوری روئے زمین پر فیضان لائے گا وہ میری اولاد سیدہ فاطمہ سے ہوگا۔ جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو پوری زمین سے کفر مٹ جائے گا۔ کسی چھوٹے مرتبے والے سے اللہ تعالیٰ کوئی بڑا کام لے لے، کیا اختلاف ہے؟۔

اس مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اولاد فاطمہ ساری کائنات کی انسانیت سے جو غیر انبیاء ہیں ان سب سے افضل ہیں اس کی وجہ ان کے اندر خون رسول علیہ السلام ہے۔

بنواُمیہ کا کفرانِ نعمت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) کے شاگرد ہیں اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کو کہا گیا کہ آپ اپنی تفسیر کا نام تفسیر ثنائی رکھیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے شیخ کی موجودگی میں اپنی چیز کو اپنی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں سمجھتا۔ سلسلہ تعلیمات تصوف میں نقشبندی ہیں، آپ اپنی کتاب ''تفسیر مظہری'' جلد 5 میں سورہ ابراہیم کی آیت نمبر 28 اور 29:

{اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ}۔ (کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا، جو دوزخ میں داخل ہوں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے)۔ کے تحت لکھتے ہیں:

عن ابن عباس انه قال لعمر یا آمیر المؤمنین هذه الایة الَّذِینَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفراً قال هم الافجران من قریش بنو االمغیرة وبنو اامیة-امابنو امغیرة فکفیتموه یوم بدر واما بنوا امیة فمتعوا حتّی حین۔وکذا ذکر البغوی قول عمر رضی اللّٰہ عنه۔واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الأوسط والحاکم وصححه وابن مردویة من طرق عن علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه فذکر مثله-قلت امابنو اامیة فمتعوا بالکفر حتی اسلم ابو سفیان ومعاویة وعمرو بن العاص وغیرهم-ثم کفر یزید ومن معه بما أنعم اللّٰہ علیهم وانتصبوا العداوة آل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وقتلوا حسینا رضی اللّٰہ عنه ظلما وکفر یزید بدین محمّد صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی انشد أبیاتا حین قتل حسینا رضی اللّٰہ عنه-مضمونها این أشیاخی ینظرون انتقامی بال محمّد وبنی هاشم واخر الأبیات

ولست من خندف ان لم انتقم ...من بنی احمد ما کان فعل

وایضا أحل الخمر وقال

مدام کنز فی اناء کفضة ...وساق کبدمع مدام کالنجم

فان حرمت یوما علی دین احمد ...فخذها علی دین المسیح بن مریم

وسبوا آل محمّد صلی اللّٰہ علیه وسلم علی المنابر۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ بتلائیے کہ جن کے متعلق یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالی کی نعمتوں کو کفر میں تبدیل کر دیا، وہ کون سی برادری ہے؟۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دو فاجر جماعتیں ہیں ایک ''بنو اُمیہ'' اور ایک ''بنو مغیرہ''۔

امابنو مغیرہ فکفیتموہ یوم بدر۔بنو مغیرہ کا تو ہم نے بدر کی جنگ میں کام تمام کر دیا تھا)۔یعنی ولید بن عتبہ،شیبہ بن مغیرہ،عتبہ بن مغیرہ یعنی پہلا رستم عرب جو بدر کی جنگ میں اترا تھا اس کے دادے کا نام مغیرہ تھا۔

وامابنو امیہ فمتعوا حتی حین۔

(ان میں بنو امیہ نے ایک حد تک فائدہ اٹھایا ہے)۔

قلت امابنوا امیة فمتعوا بالکفر حتی اسلم ابو سفیان ومعاویة وعمرو بن

العاص وغیرھم۔
ان کے نام بھی لیے جن میں ابوسفیان، امیر معاویہ اور عمر بن العاص جنھوں نے اسلام قبول کر کے نفع پالیا۔

یزید کے کفریہ اشعار

لیکن جنہوں نے نعمت کو کفر سے بدلا، وہ کون ہیں؟
ثم کفر یزید و من معه (پھر یزید نے کفر کیا اور جو اس کے ساتھ تھے)
جو لوگ اعتقادی طور یزید کے ساتھ تھے وہ بھی کافر ہوئے۔
بما انعم اللہ علیهم
(انہوں نے کفرانِ نعمت کیا کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام کیا تھا)۔
و انتصبوا العداوة آل النبی علیه الصلوة و السلام
(اور وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کی عداوت میں ڈٹ گئے)۔
و قتلوا حسینا رضی اللہ عنه ظلما و کفر
(انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو جو شہید کیا اس کا نام ظلم ہوگا یا کفر ہوگا)۔
و کفر یزید بدین محمد صلی اللہ علیه و آله و سلم
(اور یزید نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا)۔
اس کے علاوہ اُس کے موجبات کفر اور بھی ہیں۔ وہ کیا ہیں؟
حتی انشد أبیاتا حین قتل حسینا رضی اللہ عنه۔ مضمونها۔
(یزید اس لیے بھی کافر ہوا کہ اس نے امام حسین کی شہادت کے موقع پر اشعار کہے تھے جن کا مضمون یہ تھا)۔ این اشیاخی ینظرون انتقامی بال محمد و بنی هاشم

(کہاں ہیں وہ میرے بزرگ جو بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے وہ آ کر دیکھتے کہ میں نے کیسے آل محمد اور بنی ہاشم سے انتقام لیا ہے)۔

یعنی جن کو جوتے پڑے تھے ان بے ایمانوں کا نام لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آل محمد سے جو میں نے بدلہ لیا ہے وہ آ کر کے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف دھڑے پہ آ کر رسول اللہ علیہ السلام کے حامیوں سے بدلہ لینا یہ کفر صریح ہے، اس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

ولست من خندف ان لم انتقم

من بنی احمد ماکان فعل

(اگر میں بنی خندف سے ہوا تو میں انتقام لے کے چھوڑوں گا اگر میں آل محمد سے بدلہ نہ لے سکا تو میں اس خاندان کا آدمی ہی نہیں)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے بدلہ لینا وہ اپنا خاندانی معیار سمجھتا ہے۔ ایک دلیل کفر "قتل حسین"

دوسری دلیل "شہادت امام حسین کو اپنے کفار اجداد کا انتقام سمجھنا"

وایضا احل الخمر وقال۔ (یزید نے شراب کو حلال قرار دے دیا اور کہا)

مدام کنز فی اناء کفضة

وساق کبدمع مدام کانجم

(پیالہ میں جو کچھ ہے یہ میرا چاندی کا خزانہ ہے اور اس شراب کے اوپر جو بلبلے سے اٹھتے ہیں یہ ایسا ہے جیسے ستاروں کی انجمن ہے اس کے طلوع ہونے کی جگہ یہ پیالہ ہے اور اس کے غروب ہونے کی جگہ میری حلق ہے)

آگے کی بات بھی اس نے کفر کی قسم کی کہی ہے:

فان حرمت یوما علی دین احمد

فخذها علی دین المسیح بن مریم

(اگر میں نے کبھی دین احمدی کے مطابق (شراب کو) حرام سمجھا تھا تو اب میں تمھیں کہتا ہوں کہ (میں نے دین عیسیٰ اختیار کرلیا ہوا ہے) اب دین عیسیٰ کے مطابق شراب پی لو)۔

یعنی حرام میں اس وقت سمجھتا تھا جب میں دین محمدی میں تھا اب مجھے اس کو حرام کیا سمجھنا اب تو میں دین عیسیٰ پر ہوں۔

یزید کا امام حسین کے قتل کا اقدام کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک میں پہنے ہوئے نعلین مقدس کے لیے تصغیر کا صیغہ کہہ دیا، کشف کو کشیف کہہ دیا تو وہ شخص کافر ہوگیا۔ اس لیے کہ اس نے اس کی توہین کی کہ جس نعلین مقدس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک چومے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں چومنے والے نعلین مقدس کی توہین کرنے والا کافر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک اور مہر نبوت چومنے والے کی اگر کوئی بے ادبی کرے تو اس کا اسلام پھر کس طرح سلامت رہے گا؟۔

اس سے آگے قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

و سبوا آل محمد علی المنابر (منبروں پر یہ لوگ آل رسول پر تبراء بھیجتے رہے)۔

(تفسیر مظہری ج5 ص 135 داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان ط2004/1ء)۔

بنوامیہ ۶۰ برس تک منبروں پر جمعہ کے خطبے میں آل رسول کو برا بھلا کہتے رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آ کر اس کو ختم کیا۔

علم عقیدہ کی کتاب ''تکمیل الایمان''

کاغذ پر سب سے پہلے جس نے سنیت لکھ کر پیش کی ہے اس شخصیت کا نام حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے (م1642ء) آپ سے پہلے ہندوستان میں اسلام سینہ بہ سینہ اولیاء اللہ کے ذریعہ آیا ہے لیکن ہندوستان میں علم عقیدہ کی سب سے پہلی کتاب ''تکمیل الایمان'' ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 172 پر آپ لکھتے ہیں:

بعضی دیگر گویند که وی امر بقتل آنحضرت نکرده وبدان راضی نبود وبعد از قتل وی اهل بیت وی مسرور ومستبشر نشده واین سخن نیز مردود وباطل است ۔ (بعض کہتے ہیں کہ یزید نے امام عالی مقام کی شہادت کا حکم ہی نہیں دیا تھا نہ ہی اس قتل میں وہ شریک ہوا تھا اور نہ ہی وہ اس خوشی میں شریک ہوا تھا یہ بات بالکل مردود اور باطل ہے)۔

شیخ محقق فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی بڑی بے بنیاد ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

چه عداوت آن ای سعادت با اہل بیت نبوی واستبشاروی تقبل ایشان واذلال واهانت اومر ایشان رابدرجه تواتر معنوی رسیده است۔

(اس واسطے کی عداوت اس شقی کی اہلبیت نبوی علیہم السلام سے اوران کے قتل سے خوشی کا اظہار کرنا اوران کی اہانت کرنا یہ سب تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہے)۔

مورخین نے لکھا ہے کہ عمر ابن سعد جس کو ''رے'' کا علاقہ دیا گیا۔ رے Ray، تہران میں ایک علاقہ ہے۔ اور'' رے'' کا علاقہ بطور جاگیر کے عمر ابن سعد کو دیا گیا تھا اور وہ اس سے استفادہ کرتا رہا۔ اگر یزید اس سے ناراض تھا تو اس نے اس کو فائدہ کیوں پہنچایا؟ کیونکہ عمر ابن سعد کربلاء کے ایریا کا انچارج اور جنگی جرنیل تھا۔

اور اس کی بدنصیبی دیکھئے کہ ایک صحابی مکرم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص پہلے جنگی جرنیل تھے کہ جن کا تیر اندازی میں تیر کبھی خطا نہیں گیا۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جنگ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر تیر اندازی کی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ترکش سے تیر نکال کر انھیں پکڑاتے اور فرماتے: ''تیر پھینکو، میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں''۔

اب باپ وہ تھا کہ اُحد کے میدان میں جو بھی تیر آتا اپنے سینے پر لیتا مگر بیٹا وہ بدنصیب

ہے کہ میدان کربلاء میں پہلا تیر اس بدبخت نے امام حسین علیہ السلام پر چھوڑا تھا۔ اس انعام میں اس کو "رے" کا علاقہ دیا گیا تھا۔ اب کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یزید اس پر خوش نہیں تھا؟۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ قول بے بنیاد ہے۔ وانکار آن تکلف ومکابرہ است انکار کرنا محض ایک بناوٹی بات ہے اور ایک ضد اور دشمنی کی بات ہے بعضی دیگر گویند که قتل امام حسین گناه کبیره است چه قتل نفس مومنه بناحق کبیره است نه کفر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس نے امام حسین کا قتل کیا بھی ہے تو کسی مومن کا ناحق قتل کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے کفر تو نہیں ہے۔ ولعنت مخصوص بکافران است اور نام لے کے لعنت کرنا یہ تو کافر کے لیے صحیح ہے۔

کسی گنہگار (مومن) کو تو لعنت نہیں کی جاسکتی اور لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ اور لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین یہ کسی شخص سے مراد نہیں ہوتی۔ یہ اس وصف سے مراد ہوتی ہے کہ اس وصف پر لعنت ہے۔ یعنی یزید کو لعنت سے بچانے کے لیے انھوں نے یہ بہانہ تلاش کیا ہے کہ امام حسین کا قتل زیادہ سے زیادہ ایک مومن کا قتل ہے اور فی نفسہ مومن کا قتل گناہ کبیرہ بنتا ہے کفر تو نہیں بنتا۔

اب جو کہتے ہیں کہ کسی کا نام لے کر لعنت کرنا یہ تو صرف کافر کے ساتھ خاص ہے، اس کا مطلب ہے جنھوں نے یزید پر لعنت کی ہے انھوں نے اس کو کافر سمجھ کے لعنت کی ہوگی۔

ان کو کیسی یہ بھول لگی ہوئی ہے کہ ان کو یہ نہیں پتا کہ یہ صرف نفسہ مومن کا قتل نہیں یہ دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسوار کا قتل ہے۔ جس کے نعلین مقدس کے ٹوٹے ہوئے تسمہ مبارک کی ہتک کرنے سے کوئی مسلمان نہیں رہتا یہ اس کے شہسوارِ دوش کا قتل ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی آگے فرماتے ہیں: این اقاویل بحدیث نبوی که ناطق اندبانکه بغض وعداوت وایذاو اہانت فاطمه واولاداوموجب بغض وایذاو اہانت رسول اللّٰه ﷺ است چه می گویند وآن سبب کفرو موجب لعن وخلودنارجهنم است بلا شک بموجب آیه{ان الذین یوذون اللّٰہ ورسوله لعنهم اللّٰہ فی الدنیاوالاخرة واعدلهم

عذابامھینا}

اور تمھیں معلوم نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا:

(فاطمہ اور اولاد فاطمہ کو اذیت پہنچانے والے نے مجھے اذیت پہنچائی ہے)۔

یہ قتل کا Charge بحوالہ امام حسین نہیں ہوتا یہ بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔ اس لیے باقی کوئی قاتل ایک مرتبہ کافر ہوسکتا ہے تو یہ لاکھ مرتبہ کافر ہوسکتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا بموجب آیہ۔ اس کے بعد انہوں نے آیت پیش کی:

{اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا} (الاحزاب:۵۷)۔ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے)۔

جس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ان پر دنیا میں بھی لعنت ہے قیامت میں بھی لعنت ہے اللہ تعالی نے ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کیا ہے۔ صرف عذاب کافی نہیں ہے، فرمایا عذاب اور بے عزتی کرنے والا عذاب ہے۔

اس کے آگے شیخ محقق لکھتے ہیں کہ:

وبعض دیگر گویند که خاتمت وی معلوم نیستشاید کہاو بعد از ارتکاب آن کفر و معصیت توبه کرده باشد۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا خاتمہ معلوم نہیں کہ کفر و معصیت کے بعد ممکن ہے یزید نے توبہ کر لی ہو۔

یہ سہارا آج بھی مولوی حضرات تلاش کرتے ہیں کہ کیا پتا یزید نے آخری وقت میں مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو۔ پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہو کہ ابولہب کافر ہے ممکن ہے کہ اس نے بھی آخری وقت میں توبہ ہی کر لی ہو۔ اب یہ امکانات تو ہر آدمی کے متعلق ہیں۔

اس بات کے جواب میں شاہ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں:

اعلام امت مثل امام احمد ابن حنبل وامثال اوبروی لعنت کرده اند۔ امام احمد بن حنبل جیسا آدمی اور اکابرین اُمت انہوں نے یزید پر لعنت بھیجی ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے یزید کو کافر سمجھا ہے اسی لیے اس پر لعنت کی ہے۔

حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت والئی بغداد رضی اللہ عنہ کے امام ہیں کہ جس نے یزید پر لعنت کی ہے۔ حضرت والئی بغداد رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل سے زیادہ استعداد کے آدمی ہیں۔ حضرت والئی بغداد نے امام احمد بن حنبل کی تقلید اسی لیے کی کہ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم امام احمد بن حنبل کا نام برے طریقہ سے کیسے لیتے ہو؟۔

اس کا مطلب ہے کہ یزید پر لعنت کرنے والے لوگ دنیا میں موجود تھے جنہوں نے دین کے لئے درے کھائے ہیں، موت قبول کی ہے، انہوں نے یزید پر لعنت کی ہے۔

وابن جوزی که کمال شدت وعصبیت در حفظ سنت وشریعت دارددر کتاب خود لعن وی راازسلف نقل کرده است۔ ابن جوزی جو حفظ سنت اور شریعت کے معاملے میں بہت سخت آدمی ہے اس نے خود بھی یزید پر لعنت کی ہے اور پہلے لوگوں سے بھی نقل کی ہے۔

اب یہاں شاہ عبدالحق صاحب اس باطل عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کس دلیل سے تم کہتے ہو کہ یزید نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہوگی۔ واقعہ کربلاء کے بعد اس کا کردار کیا بتلاتا ہے کہ اس نے توبہ کر لی ہوگی!؟

آپ لکھتے ہیں: بعداز قتل امام حسین واہانت اہل بیت
(امام حسین کو شہید کرنے کے بعد اہل بیت کی اہانت کا مرتکب ہوا)

امام حسین کو شہید تو کر چکے ہیں لیکن اہل بیت اطہار کو قیدی بنا کر کیوں لایا گیا؟۔ قاتلین کو یزید نے سزا کیوں نہیں دی؟۔ جس رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے قیامت کے میدان میں قیدیوں کی ہتھکڑیاں اُتارنی ہیں ان کی بیٹیوں کو ہتھکڑیاں پہنا کے قید خانوں میں رکھنا کیا یہ نیک نیتی کی دلیل ہے!

لشکر بہ تخریب مدینہ مطہرہ وقتل اہل آنجا فرستادہ یزید نے پھر صرف اس پر بس نہیں کیا اس نے مدینہ منورہ کی تباہی اور اہلیان مدینہ کے قتل کرنے کیلئے لشکر بھیجا۔

''واقعہ حرہ'' کا مشہور سانحہ جو اہل مدینہ کو پیش آیا ہے کیا یہ اس کے توبہ کی نشانی ہے؟

اس نے اگر توبہ کی ہوتی تو یہ کام کرتا۔ واقعہ حرہ (۶۳ھ) میں کیا ہوا؟ ایک ہزار کنواری بچیوں کے ساتھ بدکاری کی گئی کئی ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ تین دن تک مدینہ منورہ میں ایسی آندھی اور غبار رہا کہ نہ صبح کا پتا چلے نہ شام کا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے۔ جنگل کے جانوروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر مبارک کی توہین کی۔ یہ سب یزید کے دور میں اس کے حکم سے ہوا۔

کیا یہ توبہ کی علامات ہیں؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس کے بعد لکھتے ہیں:

وبقیہ از صحابہ وتابعین راامر بقتل کردہ۔

جو صحابہ اور تابعین باقی رہ گئے تھے ان کو یزید نے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور مدینہ منورہ کو اس نے مباح قرار دیا۔

وبعداز تخریب مدینہامر بانہدام مکہ معظمہ وقتل عبداللہ بن زبیر کردہ۔

جب مدینہ طیبہ کی بے حرمتی کر چکا تو اس نے منجنیق لگا کر کعبۃ اللہ پر پتھراؤ کرنے اور عبداللہ بن زبیر کو شہید کرنے کا حکم دیا۔ تو کیا یہ اس کے توبہ کی نشانی ہے؟

کعبہ مقامات مقدسہ میں سے ہے اسلئے اس کی ہتک کفریات میں سے ہے۔

این حالت از دنیا بجہنم شتافتہ۔

اس حالت میں (جب وہ کعبہ پر پتھراؤ کر رہے ہیں) یزید جہنم رسید ہو گیا۔

اور بغیر توبہ کئے مر گیا۔

بحوالہ: (تکمیل الایمان ص173/172 رحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی)۔

☆☆☆☆☆

خطاب نمبر ۵:

کفران نعمت

{اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ}

(کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا)۔ (ابراہیم: ۲۸)

کچھ لوگ یزید کو معاذ اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور کچھ اس کو خلیفۃ المسلمین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین معاذ اللہ حق پر نہیں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں یزید کی پوزیشن کیا ہے؟ کیا مقابلہ ٹھہرتا ہے، افلاک کو کیا نسبت خاک سے؟۔ یزید دنیا کا بدترین انسان ہے۔ اس کا کائنات کے بہترین انسان سے کیا مقابلہ ہے۔ یعنی ایک وہ آدمی ہے کہ جس کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے بارہا اشارات فرمائے کہ میری امت کی ہلاکت کا سبب ایک جماعت بنے گی، وہ سوائے اس (یزید) کی جماعت کے کسی پر بھی صادق نہیں آتے۔

محدثین کا اتفاق ہے اور بخاری شریف کا ریکارڈ خود کہے گا کہ یہ وہی شخص ہے۔ میں وہ ریکارڈ پیش کرتا ہوں کہ جو خود بخاری شریف نے لکھا ہے۔ اس میں یہ واضح ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی کام مبہم نہیں چھوڑا۔

جیسا ارشاد باری تعالی ہے:

{اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا} (المائدہ: ۳)۔ (آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دور کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بخاری میں درج کیا ہے۔ بخاری شریف ج ا ص 509 ہے: حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا عمرو بن يحيى بن سعيد بن عمرو بن سعيد، قال: اخبرني جدي، قال: ''كنت جالسا مع ابي هريرة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة ومعنا مروان، قال ابو هريرة: سمعت الصادق المصدوق، يقول: ''هلكة امتي على يدي غلمة من قريش''، فقال مروان: لعنة الله عليهم غلمة، فقال ابو هريرة: لو شئت ان اقول بني فلان وبني فلان لفعلت، فكنت اخرج مع جدي إلى بني مروان حين ملكوا بالشام، فإذا رآهم غلمانا احداثا، قال لنا: عسى هؤلاء ان يكونوا منهم، قلنا: انت اعلم. (صحیح البخاری کتاب: فتنوں کے بیان میں: باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا ''میری امت کی تباہی چند بیوقوف لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی'')۔

(ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دادا سعید نے خبر دی، کہا کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے صادق ومصدوق سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ مروان نے اس پر کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں ان کے

خاندان کے نام لے کر بتلانا چاہوں تو بتلاسکتا ہوں۔ پھر جب بنی مروان شام کی حکومت پر قابض ہو گئے تو میں اپنے دادا کے ساتھ ان کی طرف جاتا تھا۔ جب وہاں انہوں نے نوجوان لڑکوں کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ انہی میں سے ہوں۔ ہم نے کہا کہ آپ کو زیادہ علم ہے)۔

تشریح:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کر کے فرمایا یہ جو قریشیوں کا قبیلہ ہے اب جب قبیلہ کا نام متعین ہوجائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پتا چلے گا کہ مشارٌ الیہ کون تھا؟

اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: **یهلک الناس هذا الحی من قریش**۔

(قریش کا یہ قبیلہ لوگوں کو ہلاک کر دیگا)۔

اور مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۹۶ پر روایت میں ہے کہ

قالو افماتامر ناقال لو ان الناس اعتزلوهم۔

سوال کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بتائیں جس وقت یہ ہلاک کرے گا اس وقت ہمارا موقف کیا ہونا چاہئے ہم کیا کریں گے؟۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا ہی اچھا ہوجاتا کہ لوگ ان سے الگ ہوجاتے، ان سے بائیکاٹ کر دیتے۔ تو کیا جنتیوں سے بائیکاٹ کرنا ہوتا ہے کہ جنتیوں کے پیچھے چلنا ہوتا ہے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ولا یتولی اللّٰہ عبد فیولیه غیره ولا یحب رجل قوما الا حشر معهم۔ (الطبرانی)۔ (کہ جو آدمی کسی قوم سے پیار کرے ان جیسے اعمال وہ نہ کر سکے صرف پیار کی وجہ سے وہ اس جماعت میں ہوگا تو وہ اگر جنتیوں سے پیار کرے)۔

مگر یہاں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمانا کیا ہی اچھا ہوتا کہ لوگ ان کو ہمیشہ کے

لیے چھوڑ دیتے۔ اگران کوایمان دار سمجھتے تو کیا آپ ایسا فرماتے ؟۔

سعید اُموی اپنے دادا سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک میں تھا دوسرا مروان تھااور تیسرے حضرت ابوہریرہ تھے ہم تین آدمی تھے۔ اب یہ اسی برادری کا آدمی ہے اب یہ Excalpatory evidence (مخالف دھڑے کی شہادت) بنتی ہے۔ یعنی قانون وقواعد کی زبان میں جب مخالف دھڑے کا گواہ آپ کی حمایت میں کہہ دیتا ہے تو دشمن کے کیس کا بیڑا غرق ہوجاتا ہے۔ یہ یزید کے دھڑے کا آدمی ہے یہ کہتا ہے کہ میں اس وقت موجود ہوں اور حضرت ابوہریرہ، مروان سے کہہ رہے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوسنا جو سچے بھی ہیں اور جن کوسچا سمجھا بھی گیا ہے: **يقول هلكة امتي على يديه غلمة من** قریش)۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھ سے ہوگی)۔

یزید 26 ہجری میں پیدا ہوا سن 60 میں اس کو ولی عہد بنایا گیا۔

حضرت ابوہریرہ کے بیان پر مروان کہنے لگا کہ چھوکروں کے ہاتھ سے ہوگی!۔ وہ چونک گیا۔ اب اس کو معلوم تھا کہ یہ حدیث ہمارے ہی متعلق بیان کی گئی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان اور اس کے باپ حکم کو شہر بدر کیا تھا اور اپنے خلفاء کو حکم دیا تھا کہ میرے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ اس کو ایک فرسنگ دور کرے گا۔

حضرت سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ قرآن کریم نے جو شجرہ ملعونہ کہا ہے اس سے مراد مروان اور اس کا باپ ہے۔ (تفسیر درِ منثور، سورۃ اسراء۔ آیت ۶۰ کے تحت)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''فتاویہ عزیزیہ'' میں لکھتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کوزندہ رکھنے کے لیے مروان پر لعنت بھیجنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ

عزیزیہ۔ص ۲۵۰،سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی)۔

اب مروان کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لڑکوں کا نام لیا ہے۔

قال ابو هريرة لو شئت ان اقول بنی فلاں و بنی فلاں حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا نام بتادیتا کہ فلاں بیٹا فلاں کا، فلاں بیٹا فلاں کا تو میں بالکل بتا سکتا۔

اب ابو ہریرہ اس کو کیوں کہہ رہے ہیں اُن کو معلوم تھا کہ مروان کی برادری کا معاملہ ہے اگر یہ ہاتھ سہہ سکتا ہے تو پھر اس کو بتاؤں اور اگر ہاتھ نہیں سہہ سکتا تو نہ بتاؤں۔

بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

عن ابی هريرة، قال: "حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم وعائين فاما احدهما فبثثته و اما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم." (صحیح البخاری علم کے بیان میں باب: علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں)

(روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرہ کاٹ دیا جائے)

تشریح:

حفظت من رسول اللہ صلى الله عليه وسلم وعائين

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو برتن (دو قسم کے علم) حاصل کیے ہیں۔

ان میں سے ایک برتن میں نے آپ لوگوں کے سامنے کھول دیا ہے۔ پوچھا گیا دوسرا برتن؟۔

فرمایا: فلو بثثته قطع هذا البلعوم۔ اگر میں دوسرا برتن واضح کردیتا تو میری گردن کاٹ دی جاتی۔کیا مطلب؟

یعنی رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے جو فرمایا ہوا ہے کہ فلاں ایسا کرے گا فلاں

ایسا کرے گا۔ یہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے ملعون ومردود قرار دیئے گئے لوگ ہیں اور اس وقت ان کی حکومت ہے۔ اگر میں یہ ظاہر کروں تو میری گردن کاٹ دی جائے۔ بات کہنے کی ہے مگر حضرت ابوہریرہ نہیں کہتے یہ امر مباح ہے۔ عزیمت اور رخصت کے جو دو پہلو ہیں ان میں یہ رخصت ہے کہ میں یہ نہ بیان کر کے اپنی جان بچالوں۔

مراسیل امام حسن بصری قابل قبول ہیں

اسی طرح حضرت شاہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی'' میں لکھتے ہیں علم المصطلح کی اس کتاب میں ان کے مراسیل کا ایک باب آتا ہے کہ حضرت شاہ حسن بصری کے مراسیل قابل قبول ہیں۔

مراسیل علم حدیث کی اصطلاح کا لفظ ہے، مراسیل مرسل کی جمع ہے۔ ''حدیث مرسل'' اس کو کہتے ہیں کہ راوی تابعی ہے اور وہ سیدھا رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کردیتا ہے۔ یہ نہیں بتاتا کہ یہ روایت میں نے فلاں صحابی سے سنی اس عمل کا نام ''ارسال'' ہے۔ یعنی جس سے سنی ہوئی ہے اس کا نام نہیں لیتا بلکہ اس سے اوپر والے کا نام لے لیتا ہے اس کا نام ارسال ہے۔ اس حدیث کو ''مرسل'' کہتے ہیں۔

حضرت شاہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مراسیل قابل قبول ہیں۔ حضرت شاہ حسن بصری قادریوں، چشتیوں اور سہروردیوں کے پیر ہیں اور حضرت مولا مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے یوں پسند فرمایا ہے۔ اس آدمی کا یہ نام نہیں لیتے جس سے انھوں نے یہ بات سنی ہے۔ چاہئے تو یہ کہ وہ یوں کہیں کہ میں نے یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سنی ہے لیکن وہ سیدھا نبی کریم علیہ

الصلوۃ والسلام کا نام لے لیتے ہیں، ارسال کرتے ہیں۔ کیا یہ معتبر ہے کہ نہیں؟۔

جی یہ معتبر ہے کیونکہ یہ بندہ بہت اللہ والا ہے راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والا ہے۔ اسلام کے 3/4 کا پیر ہے۔ محدثین، مفسرین، علمائے عقائد، قراء اور صوفیاء کا استاد ہے۔ اتنا بڑا مانا ہوا آدمی ہے ظاہر ہے یہ جھوٹا نہیں ہے۔ ان کے مراسیل تو معتبر ہیں مگر یہ نام کیوں نہیں لیتے؟

جب اُن سے یہ بات پوچھی گئی کہ آپ حضرت علی شیر خدا کے غلام ہو کر کے ان کا نام کیوں نہیں لیتے؟ ایک مرتبہ آپ کہنے لگے کہ میں نے کئی بدریوں کو دیکھا ہے ان کی مجلس میں نے کی ہے ہم جھوٹوں کے پاس نہیں رہے ہم کوئی جھوٹی بات نہیں کرتے۔ یہ بات کہہ کے ٹال گئے۔ دوبارہ پھر دوست پوچھنے لگے تو آپ نے کہا کہ خراسان کے علاقہ میں بدریوں کے ساتھ مل کر ہم نے جنگ کی ہے ہم جان پر کھیلنے والے لوگ ہیں ہم جھوٹ نہیں بولتے۔ پھر ٹال گئے آخر کسی نے کہا آپ کو بتانا پڑے گا کہ حضرت علی المرتضی کا نام کیوں نہیں لیتے؟ اس وقت حضرت شاہ حسن بصری کہنے لگے کہ حجاج بن یوسف کی گورنری کا زمانہ ہے اگر میں حضرت مولا مرتضیٰ کا نام لوں تو میری گردن ماردی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ بھی کہتے ہیں کہ اگر میں بتادوں تو میری بھی گردن ماردی جائے۔ پورے عالم اسلام میں جن کی سب سے زیادہ احادیث کی روایات ہیں ان کا نام ابوہریرہ ہے اور وہ کہتے ہیں کہ گردن ماری جانے کا ڈر ہے اس لیے نہیں بولا ہوں۔

یہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرق آپ محسوس کریں گے۔

اے امام حسین میری گردن پر تم بیٹھے ہو میرے کندھوں پہ تم کھیلے ہو ان لوگوں نے تو ڈر کی وجہ سے بات نہیں کی اے حسین تیرا کام یہ ہوگا تیرا سر کٹ بھی جائے گا نیزے پر چڑھ بھی جائے گا مگر تمھیں پھر بھی خاموش رہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

عشق کہے میں بیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
عاشق آکھے اج پوراتولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

بات کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک رخصت اور دوسرا عزیمت۔

عزیمت: لغوی معنی نہایت پختہ۔احکامِ شرعیہ میں سے جس کی تشریع عام ہے اور جس پر عمل کرنا لازم ہے۔اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ احکام ہیں جو ہم پر ابتداءً لازم ہوں یعنی عوارض کی طرف نظر کئے بغیر فی نفسہ ہم پر لازم ہوں۔یعنی مشکل اور اعلیٰ بات پر عمل کرنا عزیمت کہلاتا ہے۔

رخصت: احکامِ شرعیہ میں سے جس کی تشریع میں کسی عذر کی وجہ سے عزیمت میں تخفیف پائی جائے۔رخصت،عزیمت کے مقابل ہے اس کا لغوی معنی سہولت وآسانی ہے مثلاً: روزہ رکھنا عزیمت ہے اور سفر میں روزہ نہ رکھنا رخصت ہے۔

عزیمت،یہ ماں کے لالوں کا کام ہے۔امام عالی مقام نے گویا اپنے عمل سے ثابت کیا کہ تم رخصت کے طریقوں پر عمل کر سکتے ہو تم اُس زمرہ (رخصت) کے ہو۔اور میں اِس زمرہ (عزیمت) کا فرد ہوں کہ نماز میں، میں رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی گردن پر بیٹھ گیا ہوں اور ان کا پروگرام زیادہ دیر سر اقدس کو سجدے میں رکھنے کا نہیں ہے لیکن میری وجہ سے ان کے سجدے لمبے ہو گئے۔اب میری زندگی بھی کیا میرے مرجانے کے بعد میری زندگی طولانی ہوگئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ لکھا جا چکا ہے کہ میری اُمت کی ہلاکت قبیلہ کے افراد کے قریشی چھوکروں سے ہوگی۔

اب جس قوم کو رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام قوم بنائیں کیا آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے اعلان نبوت سے پہلے یہ قوم،قوم تھی؟۔وہ تو عرب تھے قریشی وغیرہ تھے کوئی کچھ سے کچھ تھا۔مسلمان بنانے کا کام رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا۔اب یہاں فرمایا میرے تیار

کردہ بندے ان قریشی چھوکروں کے ہاتھوں ہلاک ہوں گے۔ گویا اس پر دکھ کا اظہار کیا۔

اب چھوکروں میں پہلا بندہ تو یزید ہے۔

کیا رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے کاغذات میں وہ بندہ جنتی ہو سکتا ہے؟

میری اُمت کی تباہی قریشیوں کے بے وقوف لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی

بخاری شریف ج 2 ص 1046 پر حدیث ہے: صحیح بخاری کتاب: فتنوں کے بیان میں، باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ''میری اُمت کی تباہی چند بیوقوف لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی''۔ (حدیث مع ترجمہ پیچھے گزر چکی ہے)۔

عمر بن سعید کہتے ہیں: کنت جالسا مع ابو ھریرہ بالمدینة میں مسجد نبوی میں حضرت ابوہریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور مروان بھی ہمارے ساتھ ہے۔

قال صادق و مصدوق علیه الصلوٰۃ و السلام یقول ھلکة امتی علی یدی غلمة قریش۔ (صادق ومصدوق نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ قریشی چھوکروں کے ہاتھوں میری اُمت کی ہلاکت ہوگی)۔

تو جو قوم کو ہلاک کرے کیا وہ جنتی ہوتا ہے؟۔

کیا یزید کے علاوہ اور بھی ایسا کوئی بدنصیب ہے کہ جس نے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی اُمت کے ساتھ ایسی برائی کی ہو!

فقال مروان لعنة اللہ علیھم غلمة۔

(مروان نے کہا اللہ تعالی کی ان پر لعنت ہو ان چھوکروں پر)۔

اب لعنت کا سٹور بھی تمہارے گھر کا ہے جو کھل گیا ہے لوگ لے لے کے اس کو تم پر ہی استعمال کرتے ہیں۔ اب اس زمرے پر لعنت بھیجنے والا مروان ہے۔

فقال ابو ھریرہ لو شئت ان اقول بنی فلاں و بنی فلاں لفعلت۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو میں نام لیتا ایک ایک کا۔

معلوم ہوا یہ نکھری ہوئی بات ہے کوئی مبہم بات نہیں ہے۔

اس وقت وہ ٹال گیا کہ اگر میں اب کہوں اے ابوہریرہ نام لو تو ممکن ہے میرا ہی نام

لیں۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے مروان اور اس کے باپ کو ہی جلاوطن کیا تھا۔

فکنت اخرج مع جدی الی بنی مروان حین ملکو ابالشام فاذا راھم غلمانا احداثا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا صاحب کے ساتھ جایا کرتا تھا تو جب بنی مروان کو شام کی حکومت ملی تو میں دیکھا کرتا تھا کہ وہ سارے چھوکرے ہی چھوکرے تھے۔

اب بخاری شریف سے ثابت ہوا کہ اس سے مراد بنوأمیہ کا نظام ہے جو یزید کے آگے پیچھے گھوم رہا ہے جو کہ مروانی نظام زندگی ہے۔

اب لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ ہم بات اس وقت تسلیم کریں گے جب بخاری اور مسلم سے ثابت ہو، لیکن ہزار ہا ایسی باتیں ہیں جو بخاری و مسلم میں نہیں ہیں، پھر کیا کرو گے۔ جس وقت بخاری شریف اور مسلم شریف کتابیں نہیں لکھی گئی تھیں تو مسلمانوں کا عمل کس پر تھا؟

بخاری کی روایت اس وجہ سے معتبر نہیں ہے کہ بخاری نے درج کی ہے مسلم کی روایت اس وجہ سے معتبر نہیں ہے کہ مسلم نے درج کی ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جتنی کتابیں لکھی ہوئیں تھیں ان سب میں یہ روایات موجود تھیں۔ ان کتب کے بعد جو کتابیں لکھیں گئیں ہیں ان سب میں یہ روایات موجود ہیں۔ اس کا مطلب ہے انھوں نے وہ بات لکھی ہے جس کو مسلمان پہلے قبول کر چکے ہوئے ہیں تو تلقی بالقبول کے ذریعہ سے ان کو زیادہ شہرت مل گئی۔

علامہ ابن تیمیہ نے یہی بات اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' کے اندر لکھی ہے کہ اگر امام بخاری اور امام مسلم نہ بھی پیدا ہوتے تو اسلام میں کوئی فرق نہ آتا۔

مسلم شریف ج2 ص396 میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بات آئی ہوئی ہے۔
ابن ابی شیبہ: امام بخاری سے پہلے محدث تسلیم ہوئے ہیں۔ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں ان کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ 16 جلدوں کی کتاب ہے۔ انھوں نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی

اللہ عنہ سے روایت کی ہے: سرکار دوعالم نے اشارہ کر کے فرمایا: هلكة امتي على يدي غلمة من قريش۔ (میری اُمت کی ہلاکت قریشی قبیلہ کے نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی)۔

ساری زندگی محنت کر کے مسلمان تیار کئے ہیں اوران کو ہلاک کرڈالا ہو۔

امام ترمذی نے فضائل حسنین کریمین کے ضمن میں ایک حدیث پاک ذکر کی ہے:

حدثنا نصر بن علي الجهمي، حدثنا علي بن جعفر بن محمد بن علي، اخبرني اخي موسى بن جعفر بن محمد، عن ابيه جعفر بن محمد، عن ابيه محمد بن علي، عن ابيه علي بن الحسين، عن ابيه، عن جده علي بن ابي طالب، ان رسول الله صلى الله عليه و سلم اخذ بيد حسن و حسين فقال: "من احبني و احب هذين و اباهما و امهما كان معي في درجتي يوم القيامة"۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب: فضائل ومناقب)۔

(علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "جو مجھ سے محبت کرے، اور ان دونوں سے، اوران دونوں کے باپ اور ان دونوں کی ماں سے محبت کرے، تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا)۔

باب مناقب اہل بیت (اہل بیت کی تعریفوں میں باب)۔ لکھنے والے امام ترمذی ہیں جوامام بخاری کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی سے روایت ہے، یہ توان کے دھڑے کی بات ہے؟۔

"تدریب الراوی" امام جلال الدین سیوطی کی لکھی ہوئی کتاب ہے یہ امام نووی کی کتاب "تقریب النواوی" کی شرح ہے۔ اس کتاب کی ج ۱ ص ۸۷ پر لکھتے ہیں کہ اصح الاسانید امام بخاری کے نزدیک کون سی ہے یعنی Channel of Athority (سلسلہ روایت) میں سب سے زیادہ اتھارٹی کس روایت میں تسلیم ہوتی ہے؟ جو روایت امام زین

العابدین علیہ السلام نے بیان کی انھوں نے امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہما السلام سے سنی، انہوں نے حضرت مولا مرتضیٰ سے سنی انھوں نے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام سے سنی۔ حدیثوں میں سب سے اونچی سند اس حدیث کی ہے۔(تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ج ا ص ۸ ۷ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)۔

اب جناب حضرت مولا علی کہتے ہیں: اخذ بید الحسن و بید الحسین: رسول اللہ علیہ الصلو ۃ والسلام نے حضرت امام حسن اور امام حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: من احبنی و احب ھذین۔ جو مجھ سے پیار کرے اور ان دونوں (امام حسین اور امام حسین) سے بھی پیار کرے۔ و احب اباھما و امھما اور ان کے باپ سے بھی اور ان کی اماں سے بھی پیار کرے۔ تو پھر کیا ہوگا؟ یہ نہیں فرمایا کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

کوئی بھی رسول اللہ علیہ الصلو ۃ والسلام کے ساتھ محبت کرے گا تو وہ ان کیساتھ ہوگا تو پھر اہل بیت کی محبت کا کیا صلہ ملے گا؟ فرمایا: کان معی فی درجتی یوم القیامۃ جنت کی جس کلاس میں، میں ہوں گا اس کلاس میں حضرات حسنین کریمین سے محبت کرنے والا بھی ہوگا۔ اس میں نہ کوئی دور یا وقت کی قید ہے اس وقت ہو یا قیامت کے بعد کبھی بھی ہو وہ پیار کرے تو جنت میں جس کلاس میں، میں ہوں گا وہ بھی اسی کلاس میں ہوگا۔

اب سمجھنا یہ ہے کہ جس کی محبت میں جنت ملنے والی ہے اس شخصیت کا سر اقدس نیزے پر چڑھا دے۔ اُمت کی ہلاکت کس کے ہاتھ سے ہلاکت ہوئی ہے؟۔

جس کے ہاتھ سے امام حسین کی شہادت ہوئی ہے وہی پوری اُمت کا مارنے والا شخص ہے۔

کتاب ''شرح فقہ اکبر'' کا متن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس کی شرح حضرت ملا علی قاری نے لکھی ہے۔ لکھتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان یحب القرع فقال رجل: انا لا احبہ فامر ابویوسف رحمہ اللہ باحضار النطع السیف (شرح فقہ اکبر ص 166 قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلو ۃ والسلام کدو مبارک کو بڑا پسند فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی موجودگی میں ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام تو کدو مبارک بڑا پسند کیا کرتے تھے لیکن مجھے کدو اچھا نہیں لگتا۔اس پر امام یوسف نے کہا کہ یہ آدمی مرتد ہو گیا ہے۔وجہ کیا ہے؟

رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کدو مبارک کو پسند فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے پسند نہیں۔کدو مبارک کو کتنا پسند فرماتے تھے مگر اتنا تو نہیں جتنا امام حسین کو پسند کرتے تھے۔جس نے ان کی لاش مبارک پر گھوڑے دوڑائے،ان کی گردن پر تلواریں چلائیں،ان کے خیموں کو جلایا،وہ پھر کہے میں مسلمان ہوں؟۔اس کو مرتد ہونے کا حکم نہیں،اس کو معاذ اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا ٹائیٹل ؟؟؟

اب جس نے کدو مبارک کی توہین کی اور وہ مرتد ہوا تو یزید نے امام حسین کو شہید کر کے کدو مبارک والے کے مقابلے میں اگر وہ ایک بار مرتد ہوا ہے تو یہ کئی لاکھ بار مرتد ہوا ہے۔

اب اللہ تعالی کا دھڑا کس طرف ہے؟۔اس کو واقعاتی شہادت circumstantial evidence کہتے ہیں یعنی کائنات میں اگر تبدیلی آئی ہے تو یہ conclusive evidence ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

ولماقتل الحسین مکثت الدنیاسبعة ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرة والکواکب یضرب بعضهابعضاوکان قتله یوم عاشوراء وکسفت الشمس ذلک الیوم واحمرت آفاق السماءستةاشهر بعدقتله ثم لازالت الحمرةتری فیهابعدذلک ولم تکن تری فیهاقبله (تاریخ الخلفاء ص 165 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)۔

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آیات کونیہ میں تبدیلی آئی۔

یہاں ایک بات یاد رکھیں دیگر انبیائے کرام کے معجزات "آیات کونیہ" میں سے نہیں ہیں۔مثلاً نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے اشارے سے چاند ٹوٹا ہے تو کیا کسی اور نبی کے کہے پر چاند ٹوٹا ہے؟ سورج پلٹا ہے؟۔کائنات کے اندر یہ جو تبدیلیاں آئیں ان کو آیات کونیہ کہتے ہیں۔معجزات کے باب میں علمائے عقائد اس پر بحث کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ

بھی ایک امتیاز ہے کہ آیات کونیہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارے کو دخل ہے۔

اب دیکھئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے موقع آیات کونیہ میں تبدیلی آئی۔مثلاً: ستاروں کا آپس میں ٹکرانا۔

یعنی ستاروں کا ٹوٹنا اور چیز ہے ستاروں کا لڑنا اور چیز ہے۔ستارے ٹوٹتے چلے آئے ہیں مگر آج تک لڑے کبھی نہیں۔

اس دن سورج کو گرہن لگا۔اب سورج کو گرہن لگنا یہ آیات کونیہ میں سے ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چھ مہینے تک آسمانی کناروں پر سرخی رہی۔واقعہ کربلاء کے بعد آسمانوں پر سرخی دیکھی گئی،اس سے پیشتر سرخی نہیں تھی۔

اب جس کی شہادت سے کائنات میں اتنا بڑا انقلاب آیا وہ خدا کے خوش ہونے کی علامت ہے یا ناراض ہونے کی!؟

اور جنہوں نے یہ کام کیا ہے تو کیا وہ جنتی ہوں گے یا جہنم کا کوئی گہرے سے گہرا گڑھا ممکن ہوا تو ان کو دیا جائے گا۔کیونکہ جتنا جرم بڑا ہوتا ہے اتنی ہی سزا بڑھ جاتی ہے۔

بیت المقدس میں کوئی ایسا پتھر نہیں جو الٹا گیا ہو اور اس کے نیچے سے تازہ خون نہ نکلا ہو۔اب یہاں یہ مسئلہ سمجھنا ہوگا کہ واقعہ کربلاء میں ہوا ہے،فلسطین کی مسجد میں یہ انقلاب کیوں آیا؟۔اگر یہ بات مسجد نبوی میں ہوئی ہوتی تو اس کی قیمت اور ہے،مکہ شریف میں اگر کوئی پتھر الٹا جاتا اور اس سے خون نکل آتا،اس کی تو حیثیت اور تھی۔بیت المقدس میں یہ کیفیت کیوں ہوئی؟

اصل میں بیت المقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سٹیشن ہے اور سب انبیاء ومرسلین علیہم السلام اس میں آئے تھے اور پھر یہ دار العدالت ہے،اس لیے امام حسین کا کیس باقی کیسوں سے پہلے پیش ہو رہا ہے۔

☆☆☆☆☆
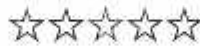
حواشی

☆ **مولانا عبدالغفور ہزاروی:** شیخ القرآن ابو الحقائق مولانا عبدالغفور ہزاروی اہلسنت وجماعت کے اکابر علما میں سے ہیں۔(پیدائش: ذوالحجہ 1329ھ، یکم دسمبر 1911ء۔وفات: شعبان المعظم 1390ھ، 9اکتوبر 1970ء بروز جمعہ)۔آپ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔شیخ القرآن ابوالحقائق عبدالغفور ہزاروی بیک وقت مدرس، محقق، مقرر، مفسر، محدث، عظیم مناظر، شیخ طریقت ورہبر شریعت، شاعر اور مدبر تھے۔''شیخ القرآن'' کے لقب سے زمانہ میں مشہور ہوئے۔عبادت وریاضت، وعظ ونصیحت، زہد وتقوی، قائم اللیل، صائم النہار اور اخلاقِ حسنہ کی دولت سے متصف تھے۔

تحریکِ پاکستان میں آپ کا کردار آبِ زر سے تحریر کرنے کے قابل ہے۔1940ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں "قرارداد پاکستان" منظور ہوئی تو اس میں شیخ القرآن نے شرکت کی اور خطاب بھی کیا۔1941ء میں وزیرآباد میں" پاکستان کانفرنس "منعقد کروائی اور یہ کانفرنس پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی گئی، اور اس کانفرنس میں بانیِ پاکستان مہمانِ خصوصی تھے۔

☆ **ابوعیسیٰ محمد ترمذی:** ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ سُلمی (پیدائش: ۲۰۹ھ (ترمذ ازبکستان)۔وفات: رجب ۲۷۹ھ(۔

صحاح ستہ میں شامل حدیث کی مشہور کتاب ''ترمذی شریف'' کے مولف محدث، مفسر، قانون ہیں۔امام محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن حجاج اور ابوداؤد سجستانی سے سماع کیا۔اکثر کا خیال ہے کہ صحیحین کے بعد اس کا مقام ہے تبھی تو اس کو جامع کہتے ہیں جو بیک وقت جامع اور سنن ہے۔جامع ایسی کتاب حدیث کو کہتے ہیں جس میں حدیث کے تمام موضوعات کا لحاظ رکھا گیا ہو اور سنن وہ ہوتی ہے جو فقہی ترتیب پر ہو۔ترمذی میں دونوں باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اور حدیث کا مقام صحیح، حسن، مشہور، غریب اور ضعیف وغیرہ بھی بیان کرتے ہیں

سنن ترمذی کے علاوہ ''شمائل ترمذی'' بھی آپ کی تصنیف ہے۔

☆ **امام مسلم بن حجاج:** (پیدائش: ۲۰۶ھ۔وفات: رجب ۲۶۱ھ)۔امام مسلم کا پورا نام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری ہے۔قبیلہ بنوقشیر اور خراسان کا مشہور شہر نیشاپور آپ کا وطن تھا۔آپ محدثین کرام میں جو بلند پایہ رکھتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔بعض علماء کا خیال یہ بھی ہے کہ صحیح مسلم شریف کا درجہ اگر صحیح بخاری شریف

سے بلند نہیں تو مساوی ضرور ہے کیونکہ صحیح مسلم شریف کی احادیث کافی تحقیقات کے بعد جمع کی گئی ہیں اور بعض اعتبارات سے تحقیقات میں حضرت امام مسلم کا درجہ امام بخاری سے بڑھا ہوا ہے۔

☆امام بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (پیدائش: ۱۹۴ھ۔ وفات: ۲۵۶ھ)۔ بخارا میں پیدا ہوئے ان کے والد بھی ایک محدث تھے اور امام مالک کے شاگرد تھے۔ امام بخاری کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا امام جعفی کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ امام بخاری کا مزار: سمرقند، ازبکستان۔ حضرت امام مالک کے اخص تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت امام مالک کے علاوہ حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک سے بھی آپ نے احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری شریف کا پورا نام "الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم وسننه وأيامه" ہے۔ ابن الصلاح کے مطابق صحیح بخاری میں احادیث کی کل تعداد 9086 ہے۔ یہ تعداد ان احادیث کو شامل کر کے ہے جو ایک سے زیادہ مرتبہ وارد ہوئی ہیں۔ اگر ایک سے زیادہ تعداد میں وارد احادیث کو ایک ہی تسلیم کیا جائے تو احادیث کی تعداد 2761 رہ جاتی ہے۔

☆امام شافعی: امام محمد بن ادریس شافعی (پیدائش: ۱۵۰ھ۔ وفات: رجب 204ھ)۔ جو امام شافعی کے لقب سے معروف ہیں، سنی فقہی مذہب شافعی کے بانی ہیں۔ آپ کے نسب میں ایک صحابی حضرت شافع بن سائب رضی اللہ عنہ ہوئے ہیں جن کی نسبت سے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔ ان کے فقہی پیروکاروں کو شافعی (جمع شوافع) کہتے ہیں۔

☆امام احمد بن حنبل: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (پیدائش: جمادی الثانی ۲۱۳ھ۔ وفات: ۲۴۱ھ) فقیہ، محدث، اہل سنت کے ائمہ اربعہ میں سے ایک مجتہد اور فقہ حنبلی کے مؤسس تھے۔ امام احمد بن حنبل کی پوری زندگی سنتِ رسول سے عبارت ہے، وہ درحقیقت امام فی الحدیث، امام فی الفقہ، امام فی القرآن، امام فی الفقر، امام فی الزہد، امام فی الورع اور امام فی السنت کے عالی مقام پر فائز رہے۔ مؤلفین صحاح ستہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج اور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، امام احمد بن حنبل کے بلاواسطہ شاگرد تھے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی احمد بن حسن ترمذی کے واسطہ سے امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی عبداللہ بن احمد بن حنبل کے واسطہ سے اور امام ابن ماجہ، امام محمد بن یحییٰ کے واسطہ سے احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں۔

مسند احمد بن حنبل: جس میں تقریباً چالیس ہزار احادیث ہیں۔ 16 سال کی عمر میں احادیث کو جمع کرنا شروع کیا اور عمر کے آخر تک اس کتاب کی تدوین میں لگے رہے۔

☆ابن جوزی:(م ۵۹۷ھ) ابو الفرج عبد الرحمٰن بن ابو الحسن علی بن محمد حنبلی فقیہ، مورخ، محدث اور متکلم تھے۔ مختلف موضوعات پر کتب کثیرہ تالیف کی ہیں۔

☆امام نسائی: کا پورا نام احمد بن شعیب نسائی (پیدائش ۲۱۴ھ۔ وفات ۳۰۳ھ)۔ صحاح ستہ میں موجود ''سنن نسائی'' کے مؤلف اور محدث ہیں۔ شہر مرو کے قریب نساء (ترکمانستان) کے رہنے والے ہیں۔
دیگر مشہور تصانیف: السنن الکبریٰ، خصائص علی، مسند علی۔

☆امام ابوحنیفہ: امام اعظم نعمان بن ثابت (پیدائش: ۸۰ھ۔ وفات: ۱۵۰ھ)۔ آپ سنی حنفی فقہ کے بانی ہیں۔ آپ ایک تابعی، عالم دین، مجتہد، فقیہ اور اسلامی قانون کے اولین تدوین کرنے والوں میں شامل ہیں۔ آپ کو امام اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے مقلدین ''حنفی'' کہلاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت حماد بن سلیمان اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق شامل ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے ایک ہزار کے قریب شاگرد تھے جن میں چالیس افراد بہت ہی جلیل المرتبت تھے اور وہ درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے مشیر خاص بھی تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: امام ابو یوسف۔ امام محمد بن حسن شیبانی۔ امام حماد بن ابی حنیفہ۔ امام زفر بن ہذیل۔ امام عبداللہ بن مبارک۔ امام وکیع بن جراح۔

علاوہ ازیں ''صحیح بخاری'' کے مؤلف امام محمد بن اسماعیل بخاری اور دیگر بڑے بڑے محدثین کرام آپ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ اہم تصانیف: الفقہ الأکبر۔ الفقہ الأبسط۔ العالم والمتعلم۔ رسالۃ ال إمام أبي حنیفۃ إلی عثمان البتی۔ وصیۃ الامام أبي حنیفۃ۔ المقصود فی علم التصریف۔ کتاب الوصیۃ لجمیع الامۃ۔ الوصیۃ لعثمان البستی۔ کتاب الوصیۃ لابی یوسف۔ الوصیۃ لاصحابہ الکبار۔ الرسالۃ الی نوح بن مریم۔ اور ان کی احادیث میں تصانیف کی تعداد 27 کے قریب ہیں

فقہ حنفی: امام اعظم اپنا طریق اجتہاد و استنباط یوں بیان کرتے ہیں: میں سب سے پہلے کسی مسئلے کا حکم کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں، پھر اگر وہاں وہ مسئلہ نہ پاؤں تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے لیتا ہوں، جب وہاں بھی نہ پاؤں تو صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی کا قول مان لیتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کا قول نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیم شعبی، ابن سیرین اور عطاء پر آ جائے تو یہ لوگ بھی مجتہد تھے اور اس وقت میں بھی ان لوگوں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔ آپ کے اجتہادی مسائل تقریبا بارہ سو سال سے تمام اسلامی

ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس لیے بڑی بڑی عظیم اسلامی سلطنتوں میں آپ ہی کے مسائل، قانون سلطنت تھے اور آج بھی اسلامی دنیا کا بیشتر حصہ آپ ہی کے فقہی مذہب کا پیروکار ہے۔فقہ حنفی کی اشاعت و خدمت سب سے زیادہ ان کے شاگردوں قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی نے کی۔

☆**امام عبدالرزاق بن ہمام** بڑے نامور محدث تھے۔(پیدائش:۱۲۶ھ۔وفات:۲۱۱ھ)۔مفسر اور بہت سے ائمہ حدیث کے استاد ہیں۔پورا نام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام۔صحیح بخاری و مسلم وغیرہ ان کی روایتوں سے مالا مال ہیں۔حدیث میں ان کی ایک ضخیم تصنیف "جامع عبدالرزاق" کے نام سے مشہور ہے۔امام بخاری نے اعتراف کیا ہے کہ "میں اس کتاب سے مستفید ہوا ہوں۔**مصنف عبدالرزاق** جو جامع الکبیر اور جامع عبدالرزاق کے نام سے بھی معروف ہے۔

☆**امام دارالہجرہ امام مالک بن انس:** (پیدائش:۹۳ھ۔وفات:۱۷۹ھ)۔مالک بن انس کے دادا ابو عامر اصبحی صحابی جلیل القدر ہیں جو سوائے جنگ بدر کے اور سب غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔آپ فقہ کے مستندترین علماء میں سے ایک ہیں۔امام شافعی نو برس تک امام مالک کے شاگرد رہے۔فقہ مالکی اہل سنت کے ان چار مسالک میں سے ایک ہے جس کے پیروان آج بھی بڑی تعداد میں ہیں۔

مدینہ شریف میں رہنے کی وجہ سے اپنے زمانے میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔انہوں نے حدیث کا ایک مجموعہ تالیف کیا جس کا نام موطا امام مالک تھا۔امام مالک عشق رسول اور حب اہل بیت میں اس حد تک سرشار تھے کہ ساری عمر مدینہ منورہ میں بطریق احتیاط و ادب ننگے پاؤں پھرتے گزار دی۔حق کی حمایت میں قید و بند اور کوڑے کھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔مسئلہ خلق قرآن میں مامون الرشید اور اس کے جانشین نے آپ پر بے پناہ تشدد کیا لیکن آپ نے اپنی رائے تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔امام مالک کو امام ابوحنیفہ اور امام جعفر صادق سے بھی علم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔جب حدیث پڑھانے بیٹھتے غسل کرتے اور خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے اور بڑے خشوع خضوع اور وقار سے بیٹھتے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے بعد کتاب اللہ کے کوئی کتاب امام مالک کے موطا سے زیادہ صحیح نہیں ہے اور ابن عربی نے کہا کہ موطا اصل اول ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی۔

☆**امام قسطلانی:** (پیدائش:۸۵۱ھ (قاہرہ)۔وفات:۹۲۳ھ)۔جن کا پورا نام امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابو بکر القسطلانی المصری ہے۔سنی عالم، مفسر، محدث، فقیہ، محدث، مؤرخ، سیرت نگار

تھے۔ مشہور تصانیف میں "المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ (یہ کتاب سیرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ہے)۔ "ارشاد الساری" صحیح بخاری کی شرح 10 جلدوں میں ہے۔ دیگر تصانیف میں شرح شاطبیہ، الروض الظاہر فی مناقب الشیخ سیّد عبدالقادر شامل ہیں۔

☆: **عبادہ بن صامت** (وفات: ۳۴ھ) آپ نقیب الانصار ہیں، بیعت عقبہ اولی و بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ 2ھ میں غزوۂ بدر میں شرکت کی، بیعت الرضوان اور جمع قرآن کرنے والوں میں آپ بھی تھے۔ عہد فاروقی میں شام کے قاضی رہے، فلسطین کے مقام رملہ میں وفات پائی۔

☆ **صحاح ستہ**: حدیث پاک کی چھ مشہور و معروف مستند کتابیں ہیں۔ ان کتابوں کو اسلامی تعلیمات سمجھنے میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ صحیح بخاری: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ۔ سمرقند)۔

2۔ صحیح مسلم: امام مسلم بن حجاج نیشاپوری (م ۲۶۱ھ۔ نیشاپور)

3۔ جامع ترمذی: امام ابوعیسٰی محمد بن ترمذی (م ۲۷۹ھ۔ ترمذ)

4۔ سنن ابی داؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث جستانی (م ۲۷۵ھ۔)

5۔ سنن نسائی: امام احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ۔ خراسان)۔

6۔ سنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید ابن ماجہ (۲۷۳ھ۔ قزوین)

صحاح ستہ: کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان چھ کتابوں میں جتنی روایات ہیں، سب صحیح ہیں اور نہ یہ نظریہ درست ہے کہ صرف ان ہی کتب ستہ کی روایات صحیح ہیں اور باقی کتب حدیث کی روایات درجہ صحت تک نہیں پہنچتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ صحاح ستہ کی ہر حدیث صحیح ہے اور نہ اُن سے باہر کی ہر حدیث ضعیف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کی روایات زیادہ تر صحیح ہیں، اس لیے انہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ چھ کتابیں جو اسلام میں مشہور ہیں، محدثین کے مطابق ان کتابوں میں حدیث کی جتنی قسمیں ہیں صحیح، حسن اور ضعیف، سب موجود ہیں اور ان کو صحاح کہنا تغلیب کے طور پر ہے۔ محدثین کی ان کتابوں میں ایک طرف دینی معلومات جمع کی گئیں اور دوسری طرف ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کے صحیح تاریخی واقعات جمع کیے گئے ہیں۔ احادیث کی یہ کتابیں دینی و تاریخی دونوں اعتبار سے قابل بھروسا ہیں۔

☆ **انس بن مالک**: (وفات: ۹۳ھ) انس بن مالک بن نضر قبیلہ نجار سے ہیں، جو انصار مدینہ کا معزز ترین

خاندان تھا۔۔ والدہ ماجدہ کا نام ام سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے اور رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہیں۔

☆مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث۔ اصطلاح حدیث پر ایک مستند کتاب ہے۔ مصنف عثمان بن عبدالرحمن ،ابوعمرو، تقی الدین المعروف ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ)

☆ابن تیمیہ: (وفات: ۷۲۸ھ) کہنے کو حنبلی ہیں لیکن بعض مسائل میں ابن تیمیہ نے امام احمد بن حنبل سے بھی اختلاف کیا۔ قلعہ دمشق ملک شام میں بحالت قید و بند انتقال ہوا۔ ابن تیمیہ توسل اور وسیلہ کے قائل نہیں تھے۔ وہ تقرب بالموتی سے سخت روکتے تھے۔ فقہ میں ابن تیمیہ کا مسلک احمد بن حنبل کے مذہب پر ہے۔ گو واقعہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ بعض مسائل میں مذہب حنبلی سے منفرد تھے، وہ اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ ابن تیمیہ ایک حنبلی المسلک عالم تھے، لیکن عقائد و عبادات سے متعلق بہت سے مسائل میں اُنہوں نے جمہور سے علیحدگی کی تھی، جس پر بہت سے علما مثلاً ابن حجر عسقلانی، ابن حجر مکی، تاج الدین سبکی، فقیہ ولی الدین عراقی اور تقی الدین سبکی وغیرہ نے سخت رد کیا ہے۔ اہل سنت کے مذاہب اربعہ کے علما کی ایک جماعت نے ابن تیمیہ کی رد میں کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں علی المسلی، مالکی۔ انہوں نے السیوف المشرقیہ لقطع أعناق القائلین بالجهة و الجسمية لکھی۔ شہاب الدین احمد بن یحیی بن اسماعیل الکلابی الحلبی (شافعی :(ابن تیمیہ کے عقائد کے رد میں خبر الجهة لکھی۔ تقی الدین سبکی کی کتاب ''شفاء السقام فی زيارة خير الانام اور درة المفيده فی الرد علی ابن تیمیه۔ ابن حجر مکی کی کتاب جوهر المنظم فی زيارة قبر النبی المكرم اور الدرر الكامنه فی اعيان المائة الثامنه وغیرہ ہیں۔

☆عمیر بن الاسود العنسی: ملک شام کے رہنے والے ہیں ان کا نام عمرو اور لقب عمیر ہے۔ تابعین مخضرم میں ان کا شمار ہے۔ ان کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی، بخاری شریف میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے: وَلَيسَ لَهُ فِي البُخَارِيِّ سِوَىٰ هٰذَا الحَدِيثُ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۱)

عمیر بن الاسود کے شاگرد خالد بن معدان ہیں یہ زیادہ تر مرسل روایات بیان کرتے ہیں، ان کے شاگرد ثور بن یزید ہیں، یہ حمص کے باشندے ہیں، یہ مذہباً قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اسی جنگ میں وہ مقتول ہوئے، ثور کا یہ حال تھا کہ جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو کہتے کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کر دیا

ہو۔اہل حمص نے قدریہ مذہب رکھنے کی وجہ سے انھیں شہر بدر کردیا تھا۔(تہذیب التہذیب۔میزان الاعتدال ج ا ص ۳۸۴)۔ثور کے شاگرد یحییٰ بن حمزہ ہیں یہ بھی دمشق کے رہنے والے ہیں اوران کا بھی تعلق فرقہ قدریہ سے ہے اور یحییٰ بن حمزہ کے شاگرد اسحاق بن یزید دمشقی ہیں، ان سے محدث ابوحاتم نے روایت حدیث لکھی ہے، امام ابوزرعہ راوی نے بھی ان کا زمانہ پایا ہے؛ مگر ان سے کوئی روایت نہیں لکھی ہے(میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

☆**عمادالدین ابن کثیر:** (پیدائش ۷۰۱ھ۔وفات ۷۷۴ھ)۔ابن کثیر عالم اسلام کے معروف محدث، مفسر، فقیہ اور مورخ تھے۔ پورا نام اسماعیل بن عمر بن کثیر، لقب عماد الدین اور عرفیت ابن کثیر ہے۔ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) سے علمی استفادہ کیا اور عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے تھے۔حافظ ابن کثیر کو اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق تھا، جس نے آپ کی علمی زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ بعض ان مسائل میں بھی امام ابن تیمیہ سے متاثر تھے جن میں وہ جمہور سلف سے متفرد ہیں۔ چنانچہ ابن قاضی شہبہ اپنے طبقات میں لکھتے ہیں کہ ان کو ابن تیمیہ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور ان کی طرف سے لڑا کرتے تھے اور بہت سی آراء میں ان کی اتباع کرتے تھے چنانچہ طلاق کے مسئلہ میں بھی انہی کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے۔تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) اور البدایہ والنہایہ مشہور کتب ہیں۔

☆**سنن دارمی** "مسند الدارمی" بھی کہتے ہے۔حدیث کی اس کتاب کے مصنف امام عبدالرحمن الدارمی سمرقندی ہیں(پیدائش ۱۸۱ھ۔وفات ۲۵۵ھ)۔سنن دارمی، کتب حدیث کی مشہور کتابوں میں سے ایک ہے جسے امام دارمی نے فقہی ابواب کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔

☆**خطیب بغدادی:** (پیدائش: ۳۹۲ھ۔وفات: ۴۶۳ھ)مؤرخ تاریخ اسلام تھے۔اُن کی وجہ شہرت تاریخ بغداد ہے۔خطیب بغدادی کا اصل نام احمد بن علی، کنیت ابوبکر ہے۔ان کی 60 کے قریب تصانیف ہیں جن میں جامع الآداب الراوی السامع، شرف اصحاب الحدیث، کتاب الرواۃ عن مالک وغیرہ شامل ہیں۔

☆**امام بیہقی** (پیدائش: شعبان ۳۸۴ھ۔وفات: جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ)۔امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی مشہور ائمۃ الحدیث اور صاحب تصنیف ہیں۔مشہور تصانیف: السنن الکبریٰ 10 جلد۔دلائل النبوۃ۔الترغیب والترہیب۔معرفۃ السنن والآثار۔

☆**امام جلال الدین سیوطی** (وفات ۹۱۱ھ) اصل نام عبدالرحمان، کنیت ابوالفضل، لقب جلال الدین اور عرف

ابن کتب تھا۔ ایک مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ تھے۔ آپ کی کثیر تصانیف ہیں، آپ کی کتب کی تعداد 500 سے زائد ہے۔ تفسیر جلالین اور تفسیر درمنثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن علما میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ مشہور تصانیف: تاریخ اسلام پر تاریخ الخلفاء۔ الحاوی للفتاوی۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی۔ شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور۔ لباب النقول فی اسباب النزول۔

☆ **سعید بن المسیب:** (وفات: ۹۴ھ) سعید بن مُسَیَّب کا شمار مدینہ کے اکابر فقہا اور تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کا نام سعید، آپ کے والد کا نام مسیب اور آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ مالکی طرز فقہ کی داغ بیل جن ائمہ نے مالک بن انس سے پہلے ڈالی، ان میں سعید بن مسیب کا بھی شمار ہے۔ امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سعید بن مسیب گذشتہ آثار کے سب سے بڑے واقف کار تھے۔

☆ **علامہ تفتازانی:** (م ۷۱۲ھ۔ ۷۹۳ھ) آٹھویں صدی ہجری کے مسلمان حکماء میں علامہ تفتازانی کا نام نہایت نمایاں ہے۔ ان کا نام مسعود اور لقب سعد الدین تھا۔ وہ خراسان کے شہر تفتازان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے قطب الدین رازی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ تفتازانی نے جملہ مروجہ علوم صرف ونحو، منطق وفلسفہ، معانی وبیان اور اصول وتفسیر میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے مختلف علوم پر کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں رسالۃ الارشاد، مطول، مختصر المعانی، تہذیب المنطق والکلام اور شرح مقاصد وغیرہ ہیں۔ سب سے معروف ''شرح عقائد نسفی'' ہے جو تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔

☆ **ملاجیون امیٹھوی:** (پیدائش: ۱۰۴۷ھ۔ وفات: ۱۱۳۰ھ) شیخ احمد بن ابوسعید بن عبداللہ۔ آپ نے اپنی مشہور ومعروف تصنیف ''نورالانوار شرح منار'' تصنیف کی جس کی عمدگی اور نفاست آج بھی مسلم گردانی جاتی ہے۔ جس کی مدت تصنیف صرف دو ماہ ہے۔ آپ کی ایک اور مشہور تصنیف ''تفسیرات احمدیہ'' ہے۔

☆ **ابن حجر مکی** (پیدائش: ۹۰۹ھ۔ وفات: ۹۷۴ھ مکہ مکرمہ) ابن حجر مکی کا پورا نام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی المکی الشافعی ہے۔ شافعی فقہ کے ماہر عالم تھے۔ تصانیف میں الصواعق المحرقہ۔ فتاوی حدیثیہ۔

☆ **ابوالبرکات امام نسفی:** (وفات: ۷۱۰ھ) عبداللہ بن احمد بن محمود، فقیہ حنفی مفسر نسبت علاقہ نسف کی طرف ہے جو صغد کے علاقے میں ہے۔ ابوالبرکات نسفی کتاب المنار کے مصنف اور حنفی فقہا میں معتبر نام ہیں۔ ان کی کئی فقہ، اصول اور تفسیر میں تصنیفات ہیں۔ تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل۔ کتاب المنار فی اصول الفقہ،

اصول فقہ پر مختصر مگر جامع کتاب ہے اس کی کئی شروحات ہیں۔

☆ **قاضی ثناء اللہ پانی پتی:** (پیدائش:1730ء۔وفات:1810ء)۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے عہد کے عظیم فقیہ، محدث، محقق اور مفسر تھے۔مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انہیں بیہقی وقت کہا کرتے تھے۔مرشد گرامی مرزا مظہر جان جاناں نے علم الہدیٰ کا لقب دیا۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔پھر علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل میں مشغول رہے، زندگی افتاء، تصنیف و تالیف اور نشر علوم میں گزاری۔ ان کے قلم سے متعدد کتب نافع اور مقبول نکلیں۔تفسیر، کلام اور تصوف میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مرید اور خلیفہ تھے۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی علم تفسیر، حدیث، فقہ، کلام اور تصوف میں نہایت فاضل تھے۔آپ 30 سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔تفسیر مظہری۔قرآن کریم کی یہ تفسیر سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔مالابدمنہ۔ارشاد الطالبین۔السیف المسلول۔

☆ **شاہ عبدالحق محدث دہلوی:** (پیدائش ۹۸۵ھ۔وفات:۱۰۵۲ھ) جن کا پورا نام شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری ہے، مغلیہ دور میں متحدہ ہندوستان کے مایہ ناز عالم دین اور محدث تھے۔ہندوستان میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں آپ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔سلسلہ قادریہ میں حضرت موسیٰ پاک شہید ملتان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی سے بھی شرف بیعت تھا۔سلسلہ چشتیہ، قادریہ، شاذلیہ میں اجازت حاصل تھی۔تصنیفات:لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح۔اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ۔مدارج النبوۃ۔جذب القلوب الی دیار المحبوب۔اخبار الاخیار۔ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ۔تکمیل الایمان (فارسی)۔

☆ **واقعہ حرہ:** سانحہ کربلا کے بعد یزید بن معاویہ کا تاریخی جرم ''حرہ کا واقعہ'' ہے جو ذوالحجہ سنہ 63 ہجری میں رونما ہوا۔(ابن اثیر، کامل، ج4،ص .(120 (طبری، تاریخ طبری، ج4،ص374)۔

واقعۂ عاشورا (۶۱ھ) کے بعد یزید کے خلاف تحریکوں کا آغاز ہوا۔مدینہ میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور کئی با اثر افراد نے بھی یزید کے خلاف تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔اہل مدینہ نے حضرت ابن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر والئی مدینہ کو نکال باہر کیا، اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی۔ جب یزید کو اس کو خبر ملی تو مسلم بن عقبہ کو لشکر دے کر مدینہ روانہ کیا۔(ابن اثیر، الکامل، ج4،ص112)۔(مسلم بن قتیبۃ، الامامۃ والسیاسۃ، ج1،ص231)۔

ابن عقبہ نے تحریک کو کچل دیا اور مدینہ میں بے شمار مسلمانوں اور صحابہ وتابعین کو تہ تیغ کیا۔ ابن اثیر لکھتا ہے: مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن تک اپنے لشکر والوں کے لیے مباح کر دیا اور انھوں نے جو چاہا کیا۔ (کامل ابن اثیر، ج 4، ص 117)۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے: ایک شامی سپاہی ایک گھر میں داخل ہوا اور مال و دولت کے بارے میں پوچھا، گھر کی خاتون نے کہا: جو کچھ تھا وہ تمہارے سپاہی لوٹ کر لے گئے۔ یزیدی سپاہی نے اس کی گود سے شیر خوار بچہ چھین کر دیوار پر دے مارا جس کی وجہ سے بچے کا مغز باہر آ گیا۔ (مسلم بن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ، ج 1، ص 832)۔ مسلم بن عقبہ نے مدینہ پر مسلط ہونے کے بعد ان سے یزید کے غلاموں کے طور بیعت لی اور ان سے ان کے مال وجان اور اولاد پر یزید کے حق تصرف کا عہد لیا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا وہ قتل کیا گیا۔ (تاریخ طبری، ج 4، ص 384-381)۔ (کامل ابن اثیر، ج 4، ص 124-123)۔ (مروج الذہب، ج 3، ص 70)۔ مؤرخین لکھتے ہیں: مسلم بن عقبہ نے اس قدر بے گناہ لوگوں کا خون بہایا کہ وہ مسرف کہلایا۔ (مسعودی۔ مروج الذہب، جلد 3، ص 96)۔ (کامل ابن اثیر، ج 4، ص 120)۔

اس واقعے میں ہزاروں خواتین کو جبری زنا کا نشانہ بنایا گیا جس سے بن باپ کے بے شمار بچے پیدا ہوئے۔ (مسلم بن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ، ج 2، ص 15)

حموی لکھتا ہے: مسلم بن عقبہ نے خواتین کو اپنے فوجیوں کے لیے مباح کر دیا تھا۔ (یاقوت حموی معجم البلدان، ج 2، ص 942 (لفظ حرہ)۔

امام سیوطی لکھتے ہیں: حسن بصری نے واقعے کو یاد کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اس واقعے میں کسی کو بھی نجات نہیں ملی۔ زیادہ تر صحابہ شہید کیے گئے، مدینہ کو لوٹا گیا اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کے ساتھ زنا کیا گیا!!۔ اس کے بعد حسن بصری نے آیت استرجاع "(انا للہ وانا الیہ راجعون "(کی تلاوت کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا: ''جس نے اہلیان مدینہ کو ہراساں کیا اس پر خدا، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (تاریخ الخلفاء، صفحہ 233)۔ (مسلم، صحیح، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، حدیث 10 و 16)۔ (مسند احمد، ج 4، ص 55)۔ (کنز العمال، ج 12، ص 246 تا 247)۔

☆ مروان: مروان بن حکم کا تعلق بنی امیہ کی دوسری شاخ بنی عاص سے تھا۔ حکم نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم اور اس کے بیٹے مروان کو شہر بدر کر دیا تھا۔

☆ شاہ عبد العزیز۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (25 رمضان المبارک 1159ھ۔ 7 شوال 1239ھ) جو

سراج الہند کے لقب سے مشہور ہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند اکبر تھے۔ ان کے جد محترم شاہ عبدالرحیم تھے۔ شاہ عبد العزیز کو علم کی وسعت کے ساتھ استحضار میں بھی کمال حاصل تھا۔ مشہور کتب میں تفسیر عزیزی، تحفہ اثناعشریہ، بستان المحدثین، فتاویٰ عزیزیہ اور سرالشہادتین شامل ہیں۔

☆امام حسن بصری (پیدائش: ۲۱ھ۔ وفات: ۱۱۰ھ)۔ آپ کا نام مبارک حسن، کنیت ابومحمد، ابوسعید، ابوالنصر اور ابوعلی تھی۔ آپ کے والد موسیٰ راعی، زید بن ثابت انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ والدہ ماجدہ ام المؤمنین ام سلمہ کی لونڈی تھیں ان کی تربیت بھی ام المؤمنین نے ہی فرمائی۔ آپ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔

تمام اکابر صوفیاء آپ کو شیخ الشیوخ مانتے ہیں۔ آخر عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقہ فقر پایا۔ شاہ ولایت امیرالمومنین علی بن ابی طالب نے حسن بصری کو وہ خرقہ خاص مع کلاہ چہارتر کی عنایت فرمایا جو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہ فقر سے ظاہری و باطنی علوم اسرار الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکر کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ کو سکھایا اور آپ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔

امام مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا ابوسعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دراصل علی بن ابی طالب سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں علی بن ابی طالب کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔

تذکرۃ الاولیاء میں خواجہ شیخ فریدالدین عطار لکھتے ہیں کہ خواجہ حسن بصری نے ایک سو بیس صحابہ کرام کی زیارت کی جن میں سے ستر بدری صحابہ تھے۔ سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ آپ کے وسیلہ سے علی بن ابی طالب سے جا ملتا ہے۔ تصوف میں آپ ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔

امام حسن بصری تفسیر و حدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے علاوہ آپ زہد و

ریاضت میں بھی کامل تھے۔

☆امام زین العابدین: (پیدائش: ۳۸ھ۔وفات: ۹۵) علی بن حسین ، زین العابدین (عابدوں کی زینت)اور امام الساجدین (سجدہ کرنے والوں کا امام) کے نام سے مشہور ہیں۔امام زین العابدین کی پیدائش سے پہلے ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتادیا تھا کہ میرے بیٹے حسین کے گھر ایک بیٹا علی (زین العابدین)ہوگا۔(امام زین العابدین مصنف مفتی غلام رسول نقشبندی، بحوالہ البدایہ والنہایہ ج۹ ص ۱۰۶)۔

آپ اپنے والد امام حسین اپنے تایا امام حسن اور اپنے دادا حضرت مولی علی سے روایت کرتے ہیں،صحابہ کرام اور ازواج مطہرات سے بھی روایات لی ہیں۔آپ کے تلامذہ میں حضرت شہاب زہری بھی ہیں جنھوں نے تدوین حدیث کی ابتداء کی ہے۔امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔آپ صوفیاء کے تمام سلاسل کے پیشوا اور ائمہ اہل بیت اطہار میں چوتھے امام ہیں۔

علی بن حسین سانحۂ کربلا میں موجود تھے لیکن بیماری کی وجہ سے لڑائی میں شریک نہ ہوسکے۔ان کو دمشق میں یزید کے سامنے لے جایا گیا،کچھ دن بعد ان کو دیگر خواتین کے ساتھ واپس مدینہ جانے دیا گیا،جہاں انھوں نے چند اصحاب کے ساتھ خاموشی سے زندگی بسر کی۔ان کی زندگی اور بیانات مکمل طور پر طہارت اور مذہبی تعلیمات کے لیے وقف تھے،جو زیادہ تر دعاؤں اور التجاؤں کی شکل میں ہوتے۔امام حسین کی شہادت کے بعد عمر بن سعد کے سپاہی آپ کو اسیران کربلا کے ساتھ کوفہ اور شام لے گئے۔کوفہ اور شام میں آپ کے دیئے گئے خطبات کے باعث لوگ اہل بیت کے مقام ومنزلت سے زیادہ آگاہ ہوئے۔

آپ سیّدہ خاتون جنت، امام حسن مجتبی، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کے ساتھ قبرستان بقیع میں مدفون ہیں۔مشہور عالم دین امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے اپنے منظوم دعائیہ شجرہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت سیدنا امام زین العابدین کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علم حق کے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

☆ملا علی القاری: نورالدین ابوالحسن شیخ امام علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری حنفی (وفات: ۱۰۱۴ھ) مشہور ومعروف محدث وفقیہ، جامع معقول ومنقول تھے۔ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی امام احمد بن حجر مکی،علامہ ابوالحسن بکری، شیخ عبداللہ سندی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ اعلام سے

علوم کی تحصیل وتکمیل کی۔

تصنیفات: شرح مشکاۃ المصابیح۔ شرح نخبۃ الفکر للقاری۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح۔

☆امام ابو یوسف: (پیدائش: ۱۱۳ھ۔ وفات: ۱۸۲ھ) امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور حنفی مذہب کے ایک امام، یعقوب نام، ابو یوسف کنیت، تالیفات: -1 کتاب الآثار"مسند الإمام أبي حنيفة"۔ -2 کتاب النوادر۔

☆مصنف ابن ابی شیبہ: (پیدائش: ۱۵۹ھ۔ وفات: ۲۳۵ھ) کتب حدیث کی ایک بہت اہم کتاب ہے۔ کتاب کا پورا نام الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار ہے جسے "المصنف" بھی کہا جاتا ہے۔ مؤلف امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابوشیبہ ہیں، امام ابن ابی شیبہ کا اسم گرامی اسلامیات کے کسی طالب علم کے لیے محتاج تعارف نہیں، وہ امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ ستہ میں سے بعض کے استاد ہیں۔ آپ کی کتاب "مصنف ابن ابی شیبہ تدوین حدیث کے ابتدائی دور کی کتاب ہے۔ ابتدائی دور میں لفظ مُصَنَّف عموماً اس مفہوم میں استعمال ہوتا تھا جس کے لیے بعد میں "سنن" کی اصطلاح معروف ہوئی۔ چنانچہ یہ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں احادیث وآثار اس میں موجود نہ ہوں۔ "مصنف ابن ابی شیبہ" حدیث کے جلیل القدر مآخذ میں شمار ہوتی ہے۔ علم حدیث کی شاید ہی کوئی کتاب اس کے حوالے سے خالی ہو۔ امام ابن ابی شیبہ چونکہ صحاح ستہ کے مؤلفین سے مقدم ہیں اسلیے قدامت کے لحاظ سے بھی اس کتاب کو فوقیت حاصل ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے آثار، اقوال، فتاویٰ اور واقعات بھی اس کتاب میں اتنی کثرت کے ساتھ ہیں کہ یہ حدیث شریف کی عظیم الشان کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ قرون اولی کے ائمہ کے فقہی افکار اور اجتہادات کا بھی انتہائی گراں قدر ذخیرہ ہے۔

☆ابوداؤد: آپ کا پورا نام سلیمان بن الاشعث سجستانی ہے۔ (پیدائش: ۲۰۲ھ سجستان (خراسان) ۔ وفات: ۲۷۵ھ بصرہ)۔ احمد بن حنبل کے شاگرد تھے۔ ان کی اہم تالیف کتاب السنن ہے جو "سنن ابی داؤد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انھوں نے معروف احادیث جمع کی ہیں۔ کتاب کا موضوع فقہی مسائل تک محدود ہے۔ البتہ اس میں احادیث کی صحت پرکھنے کے اصولوں سے بھی بحث کی گئی ہے۔ "سنن ابی داؤد" صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔

آپ کے اساتذہ میں احمد بن حنبل، قعبی اور ابوالولید الطیالسی جیسے کبارِ مشائخ شامل ہیں۔ بعض ایسے اساتذہ بھی ہیں، جن سے اخذ علم میں آپ امام بخاری اور امام مسلم کے ساتھ شریک ہیں۔ مثلاً احمد بن حنبل، عثمان

بن ابی شیبہ اور قتیبہ بن سعید وغیرہ۔ انہوں نے اپنی کتاب کوصرف احادیث احکام کے لیے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کونہیں ملے گا۔

☆ابن ماجہ: ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ربعی قزوینی (پیدائش:۲۰۹ھ۔قزوین (عراق)۔وفات:۲۷۳ھ) کا شمار ان چھ محدثین میں ہوتا ہے جن کوسب سے زیادہ مستند تسلیم کیا جاتا ہے اور جن کی کتب صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ان کی تصنیف کا نام ''سنن ابن ماجہ'' ہے۔

☆☆☆☆☆

ادارہ ''قادریہ جیلانیہ پبلی کیشنز'' کے مقاصد

☆ **مسلم اُمہ میں روحانیت بیدار کرنا**

☆ **اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں مدارس اور علماء ومشائخ میں اتحاد ویگانگت پیدا کرنا**

☆ **حضرت مفکر اسلام کے خطبات کے ذریعے قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت**

ان مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے 2003ء میں ادارہ ''قادریہ جیلانیہ پبلی کیشنز'' کا آغاز کیا گیا۔الحمدللہ! اب تک'' خطبات حضرت مفکر اسلام'' کے نام سے مختلف موضوعات پر 37 کتب چھپ کر عوام الناس تک پہنچ چکی ہیں۔اس سلسلے کی اشاعت'' حدیث قسطنطنیہ'' کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ کسی قسم کی پروف کی کوئی غلطی نہ ہو، تاہم بشری تقاضوں کے تحت اگر کوئی سہو رہ گیا ہوتو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت

میں تصحیح کردی جائے۔

درج ذیل کتب طباعت کے مراحل میں ہیں انشاء اللہ جلد ہی باذوق قارئین کے مطالعہ کیلئے یہ کتب دستیاب ہوں گی۔

☆**فوائد جیلانیہ** (تفسیری افادات از مفکر اسلام)

☆**قواعد واصول تفسیر**۔ از مفکر اسلام

☆**حدیث اور اصول حدیث**۔ از مفکر اسلام

☆**خطبات جیلانیہ**۔ جلد اول

☆☆☆☆☆

{قادریہ جیلانیہ پبلی کیشنز۔ پاکستان}